سیرت نگاری میں علامہ مقریزی کا منہج واسلوب اور خصوصیات

* محمد آصف القادری

* ڈاکٹر محمد سجاد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ کے بعد ہر دور میں علماء و محققین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر قلم اٹھایا اور آپ کی حیاتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں سے متعلق تحقیقی سرمایہ جمع کیا۔ جس سے آنے والی نسلوں کے لیے آپ کی حیات و سیرت سے آگاہی آسان ہوئی۔ اس فن میں جن نابغۂ روزگار ہستیوں نے اپنا نام پیدا کیا ان میں علامہ مقریزی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ذیل میں آپ کے احوال اور سیرت نگاری میں آپ کے منہج و اسلوب کا جائزہ لیا گیا ہے۔

1 نام ونسب

احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبدالصمد بن ابی الحسن بن تمیم بن التقی بن العلاء بن الحبوی الحسینی العبید یالبعلی المصری القاہری۔ تقی الدین کو شہرت مقریزی سے حاصل تھی۔ کچھ مؤرخین جن میں حافظ سخاوی اور امام شوکانی شامل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''ابن المقریزی'' کے نام سے مشہور تھے لیکن اکثر مآخذ میں یہی پایا جاتا ہے کہ وہ مقریزی سے مشہور ہوئے جس کی تائید خود مقریزی نے اپنی کتاب ''السلوک'' کے مقدمہ میں کی ہے۔ آپ کا اصلی وطن لبنان کا ایک شہر بعلبک ہے اور اسی کے محلّہ مقریز کی نسبت سے مقریزی مشہور ہیں''۔

علامہ سخاوی تحریر فرماتے ہیں:

((وهی نسبة لحارة فی بعلبک تعرف بحارة المقارزه)) (1)

''اور یہ (مقریزی) بعلبک کے ایک محلّہ کی طرف نسبت ہے جو محلّہ مقارزہ کے نام سے مشہور تھا''۔

---

* گورنمنٹ ہائی سکول، کہوٹہ، راولپنڈی۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر، تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

❷ پیدائش

مقریزی کا اصل وطن بعلبک ہے، لیکن پیدائش قاہرہ کے ''برجوان'' نامی محلّہ میں ہوئی۔ آپ کے والد ایک ممتاز عالم تھے۔ وہ علمی شغف کی بنیاد پر قاہرہ چلے آئے اور یہاں قضاء سے متعلق اہم عہدوں پر فائز ہوئے۔(2)

راجح قول کے مطابق علامہ مقریزی کا سن ولادت 766ھ ہے۔ امام سخاوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی ولادت ۷۶۰ھ کے بعد لکھی اور بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے استاد شیخ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے:

قال شیخنا انه' رأی بخطه ما یدلُّ علی تعیینهٖ فی سنة ست و ستین۔ (3)

''ہمارے استاذ (ابن حجر) نے کہا ہے کہ انہوں نے قاہرہ میں ایک تحریر دیکھی جو علامہ مقریزی کی تاریخ ولادت 766ھ کے تعین پر دلالت کرتی ہے''۔

ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ 760ھ کے بعد کسی سال میں پیدا ہوئے۔(4)

امام شوکانی بھی ان کی ولادت 760ھ کے بعد ہونے پر امام سخاوی کی رائے پر متفق ہیں۔ انہوں نے بھی ابنِ حجر کا قول نقل کیا ہے(5)۔ جبکہ ابن تغری بردی نے مقریزی کے سن ولادت کا تعین نہیں کیا بلکہ اس پر اکتفاء کیا ہے کہ وہ 670ھ کے بعد کسی سال پیدا ہوئے۔(6)

علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں مقریزی کا سن ولادت 769ھ ذکر کیا ہے۔(7)

اسی طرح ھدیۃ العارفین میں مقریزی کا سن ولادت 769ھ لکھا گیا ہے۔(8)

مقریزی کی ولادت کے قاہرہ میں ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں اور یہیں انہوں نے پرورش پائی۔

اور جونہی ذرا بڑے ہوئے تو ان کی ابتدائی تعلیم وحفظ قرآن وغیرہ کی ذمہ داری اور کفالت ان کے نانا شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن علی الحنفی نے اپنے ذمے لے لی۔ جو سبط ابن الصائغ سے مشہور تھے۔(9)

اخلاق، زہد وتقویٰ

مقریزی کی شخصیت کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ علمی وادبی زندگی میں عروج حاصل کرنے کے علاوہ وہ شخصی زندگی میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے۔

ان کے جملہ معاصرین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ انتہائی فاضل دیندار شخص تھے۔ وہ اپنے کام میں امین اور محنتی تھے اور حسن اخلاق کے مالک تھے۔ وعدہ وفا کرنے والے، انتہائی متواضع اور بلند ہمت تھے۔ عبادات بالخصوص نماز کا اہتمام کرنے والے تھے۔ پڑھنے لکھنے کے علاوہ ان کا زیادہ تر وقت عبادت وریاضت میں گزرتا تھا۔ اوراوراد ووظائف اور تہجد کے پابند تھے، اتباع سنت کا بڑا التزام کرتے تھے۔(10)

آخر میں وہ اس خیال سے عزلت نشین ہوگئے کہ کسی کو ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔امراء اور رؤساء کی مجلسوں سے بھی کنارہ کش ہوگئے تھے۔(11)

آپ اکثر اپنے گھر میں موجود رہتے۔ابن حجر ان کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

و کان حسن المحبة، حلو المحاضرہ ۔(12)

''وہ محبت کرنے والے اور بڑے شیریں لسان تھے''

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حمدت سیرته فی مباشراته کلها۔(13)

''ان کی سیرت وعادت تمام ذمہ داریوں کے معاملہ میں بہت محمود اور قابل ستائش تھی''۔

فقہی مذہب

آپ کے فقہی مسلک کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔''علامہ مقریزی کے باپ دادا حنبلی تھے''(14)

چونکہ آپ کی پرورش آپ کے نانا نے کی تھی جو ابن صائغ کے نام سے مشہور تھے اور خود ایک بڑے حنفی عالم دین تھے۔فقہ پر عبور رکھتے تھے۔اس لئے انہوں نے اپنے نواسے کی پرورش حنفی فقہ پر کی۔

آپ نے اپنے نانا کے مسلک پر حنفی فقہ سیکھی،لیکن وہ فقہ حنفی پر کچھ عرصہ ہی قائم رہے۔اور اس کے بعد انہوں نے حنفی فقہ کو خیر باد کہہ دیا اور فقہ شافعی کو اختیار کرلیا۔علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وتفقه حنفیاً علی مذهب جدهٖ لامه وحفظ مختصراً فیه لما ترعرع وذالک بعد موت والدهٖ وفی سنة ست وثمانین وهوحینئذٍ قد جاز العشرین تحول شافعیاً واستقرعلیه امره لکنه کان مائلاالی الظاهر(15)

''انہوں نے نانا کے مذہب پر حنفی فقہ سیکھی لیکن اس پر تھوڑی مدت رہے، اپنے والد کی وفات کے بعد جب ان کی عمر 20 سال تھی اور وہ جوان ہوگئے تھے تو انہوں نے شافعی فقہ اختیار کرلی اور اسی پر قائم رہے۔لیکن وہ ظاہریہ مسلک کی طرف بھی رجحان رکھتے تھے''۔

تذکرہ نگاران کے اس طرح مسلک کو تبدیل کرنے کی وجوہات کے بارے میں خاموش ہیں۔

لیکن محمد بحرالعلوم ان کے حنفی مذہب ترک کرنے کی دو وجوہات لکھتے ہیں:

(i) اکثر مؤرخین اور محققین شافعی تھے اس لئے مقریزی بھی شافعی ہوگئے۔

(ii) شوافع کے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت کرنے کے سبب سے (16) بإمتاع الأسماع کا

مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے علامہ مقریزی بھی محبان اہل بیت میں سے تھے۔ غالباً اسی لئے انہوں نے شافعی مسلک اختیار کیا۔

عہدے اور مناصب

علامہ مقریزی اگر چہ علوم وفنون میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، مگر سلاطین وقت سے بھی ان کی قربت رہی۔ اس زمانہ میں علماء سلاطین اور بادشاہوں سے قربت رکھتے تھے۔ اور انہیں معزز عہدے اور مناصب مل جاتے تھے۔

علامہ مقریزی کے بھی سلاطین سے تعلقات تھے۔ ان کی عمر بیس سال تھی جب وہ دیوان الانشاء کے نگران مقرر ہوئے اور وزارتِ خارجہ کے منصب پر بھی فائز رہے۔ 791ھ میں علامہ مقریزی سلطان ظاہر برقوق سے وابستہ ہوئے اور اپنی علمی صلاحیت کی بنیاد پر کئی اہم مناصب پر فائز رہے۔ سخاوی لکھتے ہیں:

((وناب في الحكم وكتب التوقيع و ولي الحسبة بالقاهره غيرمرة))(17)

''انہوں نے بارہا قاہرہ میں حکومت کی نیابت کے فرائض سرانجام دیئے سرکاری فرامین و احکام لکھتے تھے اور احتساب کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی''۔

دمشق میں بھی اسی قسم کی خدمات انجام دیں۔

((وكذا دخل دمشق مراراً وتولى بهانظر وقف القلانسي والبيمارستان النوري)) (18)

''دمشق میں کئی بار آئے اور قلانسی کے وقف اور نوری اسپتال کے نگران مقرر ہوئے''۔

سلطان ظاہر برقوق کے علاوہ یشبک الدوادار سے بھی آپ کی صحبت رہی۔

((وصحب يشبک الدوا دار وقتاً ونالته من دنيا))(19)

''اور یشبک الدوادار سے بھی ایک وقت صحبت رہی اور مقریزی کو دنیاوی فائدہ بھی حاصل ہوا''۔

تعلیمی پس منظر وتدریس

مقریزی نے جس سرزمین پر آنکھ کھولی وہ دنیا کے عظیم ترین مراکز میں شمار ہوتا تھا۔ جہاں فقہاء، علماء، ادباء اور مؤرخین کی ایک بڑی جماعت علوم وفنون کی نشر واشاعت میں مشغول تھی اور اطراف عالم سے تشنگان علم وہاں آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔

آپ نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز قاہرہ سے ہی کیا اور حسب مقدور ابتدائی تعلیم وقت کے بہت مشہور و معروف فاضل اساتذہ سے حاصل کی۔ رسم ورواج کے مطابق پہلے قرآن کریم حفظ کیا۔ ماہرین قرأت وتجوید کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا۔ لغت کے مبادیات کو ازبر کیا، فقہ واصول میں کمال پیدا کیا، ادب ونحو وصرف میں

یدِ طولیٰ حاصل کیا۔ الغرض شاید ہی کوئی علم ایسا ہو جو اس زمانے میں رائج رہا ہو اور مقریزی کو اس میں بنیادی واقفیت نہ رہی ہو۔ باوجود کم عمری کے آپ کافی مشہور ہوگئے۔ آپ کی ذات میں ایسی استعداد تھی جو خود اساتذہ کی نظر میں جگہ حاصل کر لیتی ہے۔ بیس سال کی عمر میں انہیں مکمل طور پر یہ استعداد حاصل ہو چکی تھی کہ آپ اپنے زمانہ کی بلند پایہ شخصیات کے پاس حاضر ہوں، ان سے ملاقاتیں کریں اور ان سے علمی مجالس میں مباحثہ کریں۔

علامہ مقریزی کا تعلق چونکہ ایک علمی وادبی گھرانے سے تھا۔ آپ کے نانا اپنے وقت کی مشہور علمی شخصیت تھے۔ اور ابنِ صائغ حنفی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے اِن سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ انہی سے حدیث کی سماعت کی اور بعض حنفی کتابوں کو بھی حفظ کیا۔ پھر حصول علم کے لئے انہوں نے دوسرے ممالک کا سفر کیا۔ دو مرتبہ مکہ کا سفر کیا اور دوسری مرتبہ 839ھ تک وہاں مقیم رہے۔ اسی طرح انہوں نے کئی مرتبہ شام کا سفر کیا۔(20)

زرکلی لکھتے ہیں کہ وہ ناصر کے ساتھ دمشق میں 810ھ میں داخل ہوئے، وہاں قاضی کا عہدہ پیش ہوا لیکن آپ نے انکار کیا۔(21)

وہاں کے مشہور علماء سے ملے اور اس کے بعد عمر کا باقی حصہ قاہرہ میں گذارا اور انتہائی محنت سے تدریس میں مشغول رہے۔

علامہ مقریزی نے تدریس کا کام تحصیل علم کے بعد ہی شروع کر دیا تھا۔ قاہرہ اور دمشق کے ان اہم مدارس میں حدیث کے استاد رہے جن کی حیثیت اس زمانے میں مسلم تھی۔ وہ ''مدرسہ موئدیہ'' ''مدرسہ اشرفیہ'' اور ''مدرسہ اقبالیہ'' میں عرصہ دراز تک طلبہ کی علمی تشنگی دور کرتے رہے۔

علامہ سخاوی کے مطابق علامہ مقریزی 811ھ میں دمشق میں ''القلانسیہ'' کے مہتمم اوقاف مقرر ہوئے، جہاں دارالشفاء نوری کا انتظام بھی انہی کے سپرد ہوا۔ اس کے علاوہ دمشق میں ''الاشرافیہ'' اور ''الاقبالیہ'' مدرسوں میں بطور معلم مامور ہوئے۔(22)

علامہ مقریزی مدرسہ المؤیدیہ میں حدیث کے استاد رہے۔ 801ھ میں سلطان برقوق نے انہیں قاہرہ کا محتسب لگایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد انہیں اس سے معزول کر دیا گیا۔(23)

وہ قاہرہ میں نائب قاضی بھی مقرر ہوئے اور ترقی کر کے الحاکمیہ کے شیخ الجامعہ ہوگئے۔ انہوں نے جامع عمر میں خطابت اور جامع حاکم میں امامت بھی کرائی۔(24)

اساتذہ وشیوخ

علامہ مقریزی نے کثیر اساتذہ اور شیوخ سے استفادہ کیا۔ علامہ سخاوی کے قول کے مطابق جن لوگوں سے انہوں نے اکتساب فیض کیا ان کی تعداد چھ سو تک ہے۔ وہ کہتے ہیں:

إنَّ شيوخه' بلغت ستمائة نفس۔(25)

''بے شک ان کے شیوخ کی تعداد 600 تک پہنچتی ہے''۔

ذیل میں مقریزی کے چند اساتذہ وشیوخ کا ذکر کیا جاتا ہے:

(i) الشیخ برہان الدین ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد النسائی (المتوفی 800ھ)

(ii) الشیخ ناصر الدین محمد بن علی الحراوی (م781ھ)

(iii) الشیخ برہان الدین ابراہیم بن داؤدا لآمدی (م797ھ)

(iv) شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن رسلان بن نصیر البلقینی (م805ھ)

(v) الحافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن العراقی (م806ھ)

(vi) الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی الشافعی (م807ھ) (26)

سخاوی نے مقریزی کے شیوخ میں یہ اسماء بھی بیان کئے ہیں:

ابن الکویک، النجم بن رزین، شمس بن الخشاب، التنومی، ابن ابی الشحنہ اور ابن ابی المجد وغیرہ۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے عماد الدین ابن کثیر سے بھی سماعت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔(27)

ابن تغری لکھتے ہیں کہ حج کے موقع پر انہوں نے ابن سکر اور نشاوری سے سماع کیا۔(28)

علاوہ ازیں علامہ سیوطی، ابوالفضل النویری، سعد الدین الاستعرانی، عباس بن عبدالمعطی کو بھی امام سخاوی نے مقریزی کے اساتذہ میں شامل کیا ہے۔(29)

تلامذہ

مقریزی سے علمی استفادہ کرنے والوں میں کئی جلیل القدر نام شامل ہیں۔ امام سخاوی نے درج ذیل اسماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے علامہ مقریزی کے چشمہ علم سے اکتساب کیا۔

فضل الخیل الدمیاطی، علی ابی طلحہ، محمد بن علی بن یوسف الحراوی وغیرہ۔(30)

علمی مقام

علامہ مقریزی علمی اعتبار سے مقام بلند پر فائز تھے۔ محمد بحر العلوم لکھتے ہیں:

((تمکن المقریزی من تکوین شخصیة العلمیة والثقافیة بحیث لفت الیه الأنظار فقدبدأنجمه یلمع فی اوساط القاهرة کفاضل لایستغنٰی عنه وادیب استطاع ان یوجه الإنتباه الیه)) (31)

''علامہ مقریزی بلند مرتبہ علمی وثقافتی شخصیت کے حامل تھے۔اس طرح کہ اہل علم کی نگاہیں ان کی طرف اٹھتی تھیں یعنی آپ اہل علم کی نگاہوں کا مرکز تھے۔آپ کا علمی ستارہ قاھرہ کے وسط میں ایسے فاضل کی طرح چمکنے لگا جس سے استغناء ممکن نہ تھا۔اور آپ ایسے ادیب تھے کہ تمام ادباء ان کے محتاج تھے''۔

مقریزی کا عظیم علمی ورثہ ان کی قابلیت علمی، محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تاریخ وجغرافیہ کا ذوق

آپ کی تالیفات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رغبت سب سے زیادہ تاریخ وجغرافیہ میں تھی اور انہی علوم وفنون پر آپ کی اکثر تصانیف ہیں۔تاریخ سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔اس زمانے میں اس میدان میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔تذکرہ نگاران کو''مورخ الدیار المصریہ'' کہتے ہیں۔آخر میں ان کا یہ ذوق اتنا بڑھا کہ بڑے بڑے عہدے اور مناصب چھوڑ کر صرف اسی کام میں مشغول ہوگئے اور اس میں شہرت دوام حاصل کی۔سخاوی لکھتے ہیں:

ثم اغض عن ذالک واقام ببلدہٖ عاکفاً علی الاشتغال بالتاریخ حتیٰ اشتھر بہ ذکرہ وصارت لہ فیہ جملۃ تصانیف۔(32)

''پھر (دمشق میں) یہ سارے کام چھوڑ کر اپنے شہر (قاہرہ) میں مقیم ہوکر تاریخ نویسی میں مصروف ہوگئے اور اس میں انتہائی مشہور ہوگئے۔اسی فن میں ان کی بیشتر کتابیں ہیں''۔

ابن عماد کا بیان ہے:

((واشتھر ذکرہ فی حیاتہ وبعد موتہ فی التاریخ وغیرہ، حتی صار یضرب بہ المثل))(33)

''ان کی زندگی میں اور موت کے بعد تاریخ وغیرہ میں انہیں بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اس میں وہ ضرب المثل تھے''۔

علامہ مقریزی نے تاریخ، معاشرت وغیرہ کے مضامین مثلاً اوزان، پیمائش اور سکوں وغیرہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا۔(34)

ان کی سب سے بڑی تصنیف''خطط'' بڑی حد تک اپنے پیش رو''الاوحدی'' کی تصنیف پر مبنی ہے۔

اسی وجہ سے سخاوی نے ان پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اعتراف کئے بغیر اور مصنف کا حوالہ دیئے بغیر اس کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے۔وہ کہتے ہیں:

وھو مفیدلکونہٖ ظفر بمسودۃ الاوحدی، وزادھا زوائد غیر طائلہ (35)

''وہ ایک مفید کتاب ہے، اس لئے کہ مقریزی کو اوحدی کا نسخہ مل گیا تھا اس میں انہوں نے لاطائل اضافے کئے''۔

لیکن ممکن ہے کہ اوحدی اور مقریزی کی تحقیق میں مماثلت اس وجہ سے ہو کہ دونوں کے ماخذ ایک ہوں۔

فقہ وحدیث

گو مقریزی کا اصل میدان تاریخ ہے لیکن وہ دوسرے علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے اور فقہ وحدیث میں بھی پورا ادراک رکھتے تھے۔ مدرسہ مؤیدیہ میں حدیث کے استاد بھی رہے۔

ابن العماد حنبلی نے آپ کو عمدۃ المؤرخین کے ساتھ ساتھ عین المحدثین بھی کہا ہے۔(36)

لیکن اس سلسلے میں سخاوی کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

و كانت له، معرفة قليلة بالفقه و الحديث و النحو۔(37)

''کہ ان کی فقہ، حدیث اور نحو میں واقفیت کم تھی''

اس کا جواب یہ ہے کہ مقریزی کی خصوصی مہارت کا شعبہ تاریخ تھا۔ لیکن مدرسۂ مؤیدیہ میں حدیث کا استاد رہنا نیز ''امتاع الاسماع'' کے مطالعہ سے ان کا محدث وفقیہہ ہونا شک وشبہ سے بالا ہے۔ علامہ سخاوی کے قول کا مفہوم یہی لیا جاسکتا ہے کہ تاریخ کے مقابلہ میں فقہ وحدیث کی طرف ان کی توجہ کم تھی۔

نجوم ورمل

علم نجوم ورمل سے بھی مقریزی کو دلچسپی تھی، سخاوی لکھتے ہیں:

((و كان حسن الخبرة بالزايرجة و الاصطرلاب و الرمل و الميقات))(38)

وہ علم زیرج، اصطرلاب، رمل اور رمیقات میں عمدہ معلومات رکھتے تھے۔

اور ایک جگہ علامہ عینی کا قول نقل کیا ہے:

و كان مشتغلاً بكتابة التواريخ و ضرب الرمل۔(39)

''اور وہ تاریخ لکھنے اور ضرب رمل میں مشغول رہے''۔

ذوق شعر

مقریزی کو شعر وادب کا بھی ذوق تھا۔ وہ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ انہوں نے ابن ناہض کے لئے مؤید کی سوانح نثر کے بجائے نظم میں لکھی۔(40)

علامہ سخاوی اس سلسلے میں حافظ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں جو مقریزی کے ہم عصر تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں:

((وله، النظم الفائق والنثر الرائق والتصانیف الباهره))(41)

''ان کو عمدہ نظم کہنے اور اچھی نثر لکھنے کی قدرت تھی نہایت عمدہ کتابیں ان کی یادگار ہیں''۔

سخاوی کا بیان ہے: وقال الشعر والنثر۔(42) ''وہ نظم ونثر دونوں لکھتے تھے''

سخاوی نے ان کے دو شعر نقل کئے ہیں:

سقی عهد دمیاط وحیاة من عهد

فقد زادنی ذکراه وجداً علی وجدی

دمیاط کا زمانہ (جو محبوب کے ساتھ بسرہوا) سیراب ہو اور

وہ کتنا مبارک زمانہ تھا اس کی یاد سے میرے غم میں اضافہ ہوتا ہے۔

ولا زالت الانواء تسقی سحابها

دیاراً حکت من حسنها جنة الخلد (43)

بادل ایسے دیار کو برابر سیراب کریں

جن کا حسن جنت خلد کی کہانی سناتا ہے

مقریزی بنیادی طور پر ایک مؤرخ ہیں۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ان کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ جو سیرت نگاری میں ایک عظیم سرمایہ ہے۔ ان کی اس تصنیف کا نام''إمتاع الأسماع بماللنبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم من الاحوال والاموال والحفدة والمتاع'' ہے۔

وکان یحب اَن یکتب بمکة ویحدث بها۔(44)

''وہ پسند کرتے تھے کہ اسے مکہ میں لکھیں اور بیان کریں''۔

اِمتاع الأسماع پہلے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ بعد میں اسے دارالکتب العلمیہ بیروت سے پندرہ جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اِمتاع الأسماع میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی، اہل بیت اور خانگی انتظامات سے متعلق روایات اور جو وعظ آپ نے مکہ میں کئے تھے انہیں جمع کیا گیا ہے۔ اِمتاع الأسماع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آپ کے وصال تک کے تمام احوال کا ذکر موجود ہے۔

کتب سیرت میں علامہ مقریزی کی یہ تصنیف ایک اہم اضافہ ہے۔ جس میں حدیث و سیرت کے بنیادی ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اِمتاع الأسماع میں علامہ مقریزی نے بعض جگہوں پر فنی اور لغوی بحث بھی کی ہے۔ آیات کا اسباب نزول، واقعہ کی حدیث سے تائید، فقہی مسائل پر بحث اور بعض اوقات واعظانہ انداز اِمتاع الأسماع کی خصوصیات ہیں۔

وفات

علامہ مقریزی طویل علالت کے بعد 16 رمضان بروز جمعرات 845ھ کو قاہرہ میں عصر کے وقت فوت ہوئے۔اس وقت آپ کی عمر 80 سال تھی۔آپ کو نماز جمعہ سے پہلے الصوفیہ البیبر سیہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

امتاع الاسماع کا تعارف اور تالیف کا پس منظر

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مقریزی کا یہ اہم کارنامہ ہے۔مقریزی نے اس کی تالیف میں اساسی مصادر سے استفادہ کیا اور سیرت سے متعلق واقعات میں جو اختلاف ہیں ان پر کام کیا۔انہوں نے سیرت سے منسلک فقہی مسائل پر بھی بحث کی اور اس میں تحقیق اور جستجو سے کام کیا۔یہ تحقیق مقریزی نے اس وقت کی جب وہ 834ھ اور 839ھ میں مکۃ المکرّمہ میں مقیم تھے۔آپ نے اس پر دو سال تحقیق کی۔اس کتاب کا ایک نسخہ ''مکتبہ کوبریللی ،ترکی'' میں 1004 نمبر پر موجود ہے۔اسے ماہ شوال 839ھ بمطابق 1561ء کو کوبریللی میں لکھا گیا۔

محمد پاشا کے ذخیرہ کتب میں 66 نمبر پر موجود ہے۔یہ ایک بڑی جلد ہے۔اس میں چھ بڑے بڑے اجزاء ہیں۔یہ کتاب 919 اوراق پر مشتمل ہے۔اس کے کاغذ کا سائز 40x27 اور 35 سطور فی ورق تحریری سائز ہے۔اس کی نقل دارالکتب المصر یہ قاھرہ میں 886 نمبر پر اور ادارہ احیاء المخطوطات عربیہ قاہرہ میں 63 نمبر پر تاریخ کے پورشن میں موجود ہے۔اس کے علاوہ اس کا ایک نسخہ حسین پاشا کے ذخیرہ کتب (الآستانہ) میں ملا ہے جس کا نمبر 354 ہے۔

استاد محمود محمد شاکر کی تحقیق میں اس کی پہلی جلد 1941ء میں قاہرہ میں سیدہ قوت القلوب الدمرداشیہ کے مالی تعاون سے طبع ہوئی۔پھر یہی نسخہ دوبارہ طبع ہوا اور اس کی نقل تیار ہوئی۔النمیسی کی تحقیق کے مطابق اس کا پہلا جز الشیخ عبداللہ انصاری کے تعاون سے مملکت قطر سے شائع ہوا۔پھر اس کتاب کو مکمل صورت میں تخریج اور فہارس کے ساتھ 15 جلدوں میں شائع کیا گیا۔اس کی تحقیق محمد عبدالحمید النمیسی نے کی اور اسے ''دارالکتب علمیہ بیروت'' نے لبنان سے 1999ء میں شائع کیا۔(45)

سیرت نگاری میں علامہ مقریزی کے اسالیب

سیرت نگاری میں علامہ مقریزی کے اسلوب کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(i) احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

''من حدیث سلیمان بن بلال،عن شریک بن ابی نمرعن سعیدبن المسیب قال اخبرنی ابوموسیٰ الاشعری(.....)(46)

(ii) احادیث کے مصادر ومراجع کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

(iii) روایات کے الفاظ میں کمی بیشی کو بیان کرتے ہیں۔

(iv) قول راجح کے لئے هو الاصح، اثبت اور صحیح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(v) احادیث وروایات کے اختلاف کو بھی بیان کرتے ہیں۔

(vi) متعارض احادیث کی تطبیق بھی کرتے ہیں۔

(vii) قیل اور یقال کے الفاظ کے ساتھ مختلف اقوال بیان کرتے ہیں۔

''فقیل:ان فترة الوحی کانت قریباً من سنتین،وقیل:کانت سنتین ونصفًا''(47)

''ویقال ان جبریل علیه السلام ختنه' صلی اللّٰه علیه وسلم''(48)

(viii) ایک مسئلہ پر مختلف روایات ہوں تو آخر میں نتیجہ کلام پیش کرتے ہیں۔

(ix) اختلافی روایات میں اپنا نقطہ نظر ''تتمة مفیدة'' کے عنوان کے تحت پیش کرتے ہیں۔

(x) بیان احادیث میں مصادر کا ذکر خرّج، اخرج اور خرجہ' سے کرتے ہیں۔

(xi) مختلف اختلافی روایات بیان کرتے ہیں اور نتیجہ کے بعد ''واللہ اعلم'' لکھ دیتے ہیں۔

(xii) عنوان کا آغاز فصل سے کرتے ہیں۔ پھر فصل کے ضمنی مباحث لکھتے ہیں۔

(xiii) قرآنی الفاظ کے مطالب کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

(xiv) قرآنی آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔

(xv) مجہول مصادر کا بیان قیل یا یقال سے کرتے ہیں۔

(xvi) اخذ حدیث میں معنوی روایت بھی بیان کرتے ہیں۔

(xvii) اعلام کا مختصر تعارف بھی کراتے ہیں۔

''وبشربه بحیراالراهب(واسمه سرجس من عبدالقیس)''

''خدیجة بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لؤی بن غالب بن فهر''

(xviii) معنیٰ کی وضاحت میں اشعار بھی بطور استدلال لاتے ہیں۔

(xix) مأخذ کے بیان میں مؤلف اور تالیف دونوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(xx) کبھی صرف تالیف یا صرف مولف کا نام ذکر کرتے ہیں۔

(xxi) الفاظ کے اعراب کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور اختلافی امور میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب ''اجیب'' سے دیتے ہیں۔

"النمارق ،جمع نمرقة بضم النون والراء وربما كسرت النون"(49)

(xxii) کبھی بغیر اسناد و مصادر کے واقعات اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(xxii) سن و تاریخ کا خصوصی التزام کرتے ہیں۔

"فماتت بالابواء وھی راجعة الی مکة،"وله ست سنین وثلاثة اشھر وعشرة ایام"(50)

(xxiii) فقہی مسائل بھی بیان کرتے ہیں اور فصل کے اجزاء کو احدھا،ثانیھا،ثالثھا سے بیان کرتے ہیں۔

(xxiv) احادیث کی جرح و تعدیل بھی کرتے ہیں۔

(xxv) پیش نظر مسئلہ کا تجزیہ کرتے وقت مختلف افکار پر مقدمات کے عنوان کے تحت وضاحت کرتے ہیں۔وھاھنا ثلاث مقدمات،المقدمة الاولی(.....)المقدمة الثانیه(.....)المقدمة الثالثه(.....) پھر ان مقدمات پر الگ الگ دلیل قائم کرتے ہیں۔مثلاًوالدلیل علی المقدمة الاولیٰ(-----)

② فصول قائم کرنے میں اسلوب

علامہ مقریزی نے فصول کی ترتیب میں اسلاف کا انداز ہی اختیار کیا ہے۔پہلے سیرت نگاروں اور محدثین کی طرز اور ترتیب سے ہی فصول کو مرتب کیا ہے۔ایک فصل کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس کے ضمنی مباحث میں کئی عنوان قائم کرتے ہیں۔

③ بیان اسناد میں اسلوب

اسناد میں مقریزی نے درج ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں۔

(i)	روی	(ii)	حدثنا،حدثنی
(iii)	قال	(iv)	یقول
(v)	عن	(vi)	ذکر
(vii)	ذکرہ	(viii)	خرّجه'

④ آیات کے بیان کا اسلوب

(i) بیان سیرت میں قرآنی آیات بکثرت لاتے ہیں۔اور شرح آیات میں احادیث نبویہ لاتے ہیں۔

(ii) قرآنی آیت کی وضاحت اقوال صحابہ اور اقوال تابعین سے کرتے ہیں نیز اقوال مفسرین اور اقوال محدثین سے بھی قرآنی آیات کی وضاحت کرتے ہیں۔

(iii) آیات کا شان نزول بھی پیش کرتے ہیں۔ ہجرت کی رات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

فقام علیّ مقامه علیه السلام وغطی ببرد اخضر، فکان اول من شری نفسه او فیه نزلت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ﴾(51)

''پس حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ لی اور سبز چادر تان لی آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنا نفس بیچا''۔

اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیات قرآنیہ کبھی تو فصل کے آغاز پر لاتے ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر فصل کے درمیان میں اپنے موضوع کی تائید و وضاحت میں آیات قرآنیہ لاتے ہیں۔ کبھی ایک مسئلہ کی وضاحت کیلئے کثیر آیات ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ مثلاً: **ان الصلوٰة علیه واجبة**' (52) کے عنوان سے قائم فصل میں اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا زندگی میں ایک بار فرض ہے یا جب نام سنیں فرض ہے۔

اس پر تین مقدمات قائم کرتے ہیں۔

(i) پہلے مقدمہ میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے مطلق حکم ہے۔

(ii) دوسرے میں کہتے ہیں کہ امر مطلق تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

(iii) جس کا حکم دیا گیا ہے اس کا تکرار بلا سبب نہیں ہوتا۔ اس طویل بحث میں وہ قرآن کی متعدد آیات لاتے ہیں جن میں احکام کا تکرار ہے۔

﴿آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾(53)

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَافَّةً﴾(54)

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾(55)

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾(56)

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾(57)

⑤ بیان حدیث میں اسلوب

حدیث کے بیان میں مقریزی اسناد و مصادر کا ذکر کرتے ہیں۔ تخریج حدیث کے حوالہ کے لئے خرّج، اخرج، خرّجه' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اگر کوئی حدیث صحیحین میں مذکور نہ ہو تو ''**لم یخرجاه**'' سے واضح کرتے ہیں۔ مثلاً: **وخرج البخاری من حدیث عقیل (-----)**(58)

وخرجه البیهقی من حدیث ابن ابی خیثمه(-----) (59)

مصدر کا حوالہ دیتے وقت فصل و باب کا حوالہ بھی دیتے ہیں مثلاً: **فخرج البخاری فی فضائل القرآن ، وخرج مسلم فی المناقب.** (60)

احادیث نبویہ سے استدلال کرتے ہوئے ایک موقف سے متعلقہ احادیث کو جمع کرتے ہوئے اس سے مخالف موقف کی احادیث بھی لاتے ہیں۔ان احادیث پر مکمل بحث کرتے ہوئے کسی ایک موقف کو قابل ترجیح قرار دیتے ہیں۔

⑥ غرائب الفاظ کی وضاحت کا اسلوب

مقریزی غرائب الفاظ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔اس سلسلے میں بیان متن کے بعد با قاعدہ مشکل الفاظ کی ترتیب وار تشریح کرتے ہیں۔مثلاً:

فصل جامع فی صفة رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں جو حضرت انس ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی مروی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

> **((قال:لم یکن رسول الله بالطویل ول ابالقصیر وکان ششن الکفین والقدمین))** (61)
>
> ’’کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لمبے قد کے تھے اور نہ چھوٹے قد کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں مبارک پر گوشت تھے‘‘۔
>
> علامہ مقریزی **ششن الکفین والقدمین** کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔
>
> **((وقوله :ششن الکفین والقدمین:یعنی انهماالی الغلظ.وقیل الششن الغلیظ الاصابع من الکفین والقدمین))**
>
> ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: **ششن الکفین والقدمین** سے مراد ہے کہ ان دونوں میں غلظ تھا۔اور یہ کہا گیا ہے کہ وہ غلظ آپ کے ہاتھ کی اور پاؤں کی انگلیوں میں تھا‘‘۔
>
> **غَلَظَ یَغْلُظُ**(ن)**غَلْظاً وغِلَظَةً وغُلظَةً**، موٹا ہونا، گاڑھا ہونا، سخت ہونا۔(62)

’’علامہ مقریزی کے بقول غلظ کا معنی موٹا ہونا، یا گاڑھا ہونا ہے۔جس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی ہتھیلیاں اور قدمین گوشت سے بھرپور تھے‘‘۔کبھی مقریزی علماء لغات سے استفادہ کرتے ہوئے غرائب کے معانی بیان کرتے ہیں۔

⑦ اعلام کے تعارف کا اسلوب

علامہ مقریزی اِمتاع الأسماع میں اعلام کا تعارف بھی کراتے ہیں۔مثلاً:

(i) ((وصهيب بن سنان بن مالك بن عمروبن نفيل بن عامربن جندله بن خزيمه بن كعب بن اسلم بن اوس مناة بن النمبر بن قاسط ويقال: ان امه' امراة من تميم، يقال لها:سلمى بنت الحارث اسلم مع عمارفى دارالارقم))(63)

(ii) ((وخباب بن الارت بن جندله بن سعد، بن خزيمه من بنى سعد بن زيد بن مناة بن تميم حليف بنى زهره ويقال انه' من البحرين ،وانه اسود، فاسلم سادس ستة من بن مظعون فعذب فى اللّٰه))(64)

خباب بن الارت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بحرین سے تھےاورآپ سیاہ رنگ کے تھے۔بنی مظعون میں چھٹے اسلام لانے والے تھےاوراللہ کی راہ میں آپ کو تکالیف پہنچائی گئیں۔

(iii) ((وبلال بن رباح، مولى ابى بكررضى اللّٰه عنه' كان اسودمولدًامن مواليد بنى جمح كان ابوه رباح حبشياً وكانت امه حمامة سبية واسلم قديماً فى اول مادعى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ،ويقال:انه كان الثالث فى الاسلام،وكان لامية بن خلف، وكان اميه بن خلف يخرجه الى رمضاء مكة اذاحميت فيلقيه على ظهره.ثم يامربالصخرة العظيمة(.....)ثم اعتقه ابوبكررضى اللّٰه عنه'))(65)

''بلال بن رباح ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہٗ کے آزادکردہ غلام تھے۔بنی جمح کے پیدائشی سیاہ رنگ کے تھے۔آپ کے والد رباح حبشی تھے۔آپ کی والدہ حمامۃ تھیں جوقید ہوگئیں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اولین مسلمانوں میں سے تھے۔کہا جاتا ہے کہ آپ تیسرے مسلمان تھے۔آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔امیہ بن خلف آپ کو مکہ میں گرم زمین پر لے جاتا اورآپ کو چت لٹاتا پھرآپ پر بڑا پتھر رکھنے کا حکم دیتا۔۔۔پھر حضرت ابوبکررضی اللہ عنہٗ نے آپ کوآزادکرادیا''۔

(iv) اوائل میں مسلمان ہونے والوں کا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

((وعثمان بن عفان بن ابى العاص بن اميه بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصى القرشى الاموى))

((وطلحه بن عبید اللّٰه بن عثمان بن عمربن کعب بن سعد بن تیم بن مره القرشی التیمی))

((وسعد بن ابی وقاص مالک بن اهیب بن عبدمناف بن زهره بن کلاب القرشی الزهری))

((وزبیربن العوام بن خویلد بن اسدبن عبدالعُزی بن قصی الاسدی)) (66)

⑧ اشعار میں اسلوب

علامہ مقریزی نے سیرت نگاری میں اشعار کا استعمال بھی کیا ہے اور یہ اشعار برمحل استعمال کئے گئے ہیں۔ مقریزی نے اشعار میں درج ذیل اسلوب کو اختیار کیا ہے۔

علامہ مقریزی ضرورت کے مطابق اشعار استعمال کرتے ہیں۔مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکان ظاهر الوضاء ة، یتلالاوجهه کالقمر لیلة البدر، وکان کما وصفته عائشه رضی الله عنهابما قاله شاعره حسان بن ثابت رضی الله عنه'۔(67)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکھرتی صفائی والے تھے آپ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا اور اس طرح جیسے حضرت عائشہ نے آپ کی توصیف کی ہے حسان بن ثابت کے شعر کے ذریعے سے''۔

متیٰ یبد فی الداجی البیهم جبینه' یَلُحُ مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان او قد یکون کأحمد نظامٌ لحق آو نکالٌ لملحد

علامہ مقریزی شعر کے ماخذ بھی بیان کرتے ہیں۔

علامہ مقریزی نے بخاری کے حوالے سے غزوہ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے شعر بیان کئے ہیں۔خندق کھودتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے۔

اللهم لاعیش اِلاّعیش الآخره فاغفر الانصار والمهاجره (68)

''اے اللہ زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔اے اللہ انصار و مہاجرین کو معاف فرما''۔

اشعار کے الفاظ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

غزوۂ احد کے موقع پر کفار کی عورتوں کے پڑھے گئے اشعار کا ذکر کرتے ہوئے معانی کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق (69)

((النمارق جمع نمرقة، حكاه يعقوب:وهي الوسائد، وتسمى الطنفسة التي فوق الرحل نمرقة،ويقال في قولها:"نحن بنات طارق،انما ارادت بنات الامرالواضح المضئي كاِضاء ة النجم وذالک من قوله تعالیٰ﴿وَالسَّماءِ وَالطَّارِقِ﴾(70)

"النمارق نُمرقة کی جمع ہے۔یعقوب نے کہا ہے کہ اس کا معنی تکیے ہیں۔

''ان کا کہنا کہ ''نحن بنات طارق''اس سے ان نے مراد لی ہے کہ وہ ستاروں کی چمک کی طرح روشن اور واضح (خوبصورت) ہیں۔ یہ اللہ کے اس قول سے ہے۔قسم ہے آسمان کی اور آسمان سے اترنے والے ستارے کی''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر حضرت حسان بن ثابت ،حضرت ابوبکر صدیق،ابوعمرو، اروی بنت عبدالمطلب ، عاتکہ بنت عبدالمطلب ،صفیہ بنت عبدالمطلب ، ہند بنت الحارث، ہند بنت اثاثہ،عاتکہ بنت زید بن عمرو اور ابوسفیان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرثیے''فصل في ذكر نبذه مما رُثي به رسول الله صلى الله عليه وسلم''(71) میں بیان کئے ہیں۔

اِمتاع الأسماع میں جلد اول میں پینسٹھ (65) دوم میں چونسٹھ (64)،سوم میں ایک سوتین(103)، چہارم میں ایک سو اکیاون(151)، پنجم میں اکیاسی(81)، ششم میں تنتالیس(43)، ہفتم میں بارہ(12)، ہشتم میں تین(3)،نہم میں تئیس(23)،دہم میں بارہ(12)،جلدنمبر گیارہ میں انتیس(29)،بارہ میں ایک سو اٹھارہ(118)، تیرہ میں انسٹھ(59)، اور جلدنمبر چودہ میں تین سو بارہ(312) اشعار ہیں۔اس طرح کل اشعار کی تعداد ایک ہزار تہتر (1073) بنتی ہے۔

سیرت نگاری میں علامہ مقریزی کی انفرادیت اور مقام

سیرت نگاری میں علامہ مقریزی نے اپنے پیش رو سیرت نگاروں اور محدثین کے نہج کو اختیار کیا ہے۔جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقات اور آپ کی ذات مبارکہ کے بارے میں بحوث شامل ہیں۔جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی،مکی ومدنی دور، اشاعت اسلام کے سلسلے میں تگ ودو،غزوات، سرایا وغیرہ شامل ہیں۔ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ،معجزات کا تفصیلی ذکر،آپ کی ازواج، آل اولاد،صحابہ کبار کا ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال آنے والی اشیاء کا ذکر موجود ہے۔

مقریزی نے اِمتاع الأسماع میں عنوانات بالا پر دستیاب مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے مفید مواد جمع کر دیا ہے۔لیکن سیرت نگاری میں مقریزی نے دیگر سیرت نگاروں سے جداگانہ انداز بھی اختیار کیا ہے۔جس کا جائزہ ذیل میں لیا جائے گا۔

① آیات کے شانِ نزول کے بیان میں انفرادیت

علامہ مقریزی نے ''اِمتاع الأسماع'' میں آیات کے شانِ نزول بیان کرنے میں اکثر مفسرین سے جداموقف اختیار کیا ہے۔مثلاً:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ (72)

''اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں''

اس آیت کا کا شانِ نزول مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب بن سنان رومی مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ روانہ ہوئے۔مشرکین قریش کی ایک جماعت نے آپ کا تعاقب کیا تو آپ سواری سے اترے اور ترکش سے تیر نکال کر فرمانے لگے کہ اے قریش تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں آ سکتا، جب تک کہ میں تیر مارتے مارتے تمام ترکش خالی نہ کردوں اور پھر جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے اور میں اس سے ماروں اور تمہارا کام تمام کردوں۔لیکن اگر تم میرا مال چاہتے ہو جو مکہ میں مدفون ہے تو وہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔اس شرط پر کہ مجھ سے تم تعارض نہ کرو اس پر وہ راضی ہو گئے۔آپ نے اپنے مال کا پتہ بتادیا۔جب مدینہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ جاں فروشی بڑی نافع تجارت ہے۔

علامہ زمخشری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وقيل :نزلت في صهيب بن سنان(73): اراد المشركون على ترك الاسلام وقتلوا نفراً كانوا معه،فقال لهم:انا شيخ كبير ان كنت معكم لم انفعكم ان كنت عليكم لم أضركم فخلوني ومااانا عليه وخذوا مالي، فقبلوا منه ماله واتي المدينه۔(74)

'' کہتے ہیں کہ یہ آیت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں نازل ہوئی۔مشرکین نے ان کو اسلام سے پھرنے اور ایک جماعت کے ساتھ ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اگر میں تمہارے ساتھ ہوں تو تمہیں نفع نہیں دے سکتا اگر مخالف ہوں تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔تم میرا مال لے لو اور مجھے اور میری سواری کو جانے دو۔انہوں نے مال قبول کرلیا اور آپ مدینہ آ گئے''۔

علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں۔

''امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ جب میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگا تو مشرکین نے کہا کہ صہیب تم جب مکہ آئے تھے

> تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا۔اب تم یہ سارا مال لے کر جا رہے ہو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔میں نے ان سے کہا کہ اگر میں اپنا سارا مال تمہیں دیدوں تو مجھے جانے دو گے؟انہوں نے کہاہاں، میں نے کہامیرا سارا مال لےلو مجھے جانے دو۔جب مدینہ پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا:صہیب تمہاری تجارت نے نفع پایا''۔(75)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

> ''سعید بن صہیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صہیب ہجرت پر جانے لگےتو کفار نے روک لیا آپ نے ترکش نکال لیااور فرمایا جب تک ایک تیر بھی میرے پاس موجود ہے تم میرے پاس نہیں آسکتے۔ہاں اگرتم میراراستہ چھوڑ دوتو میں تمہیں اپنے مال کا پتہ بتاسکتاہوں۔انہوں نے مان لیا۔جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچےتو آپ نے دومرتبہ فرمایا:تمہاری بیع نفع یاب ہوئی۔اور یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں میں سے ایک شخص ہے جواللہ کی رضا جوئی کے بدلے اپنی جان فروخت کرتا ہے''۔(76)

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان اور حضرت ابوذرغفاری، جندب بن سکن رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابوذرکوان کے گھر والوں نے پکڑلیاوہ ان کی گرفت سے بھاگ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔حضرت صہیب کومشرکین نے پکڑلیاوہ مال دے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔اسی طرح ابن جریر نے چند دیگر شہداء کے بارے میں اس آیت کےنزول کا ذکر کیا ہے۔(77)

علامہ آلوسی نے کواشی کے حوالے سے لکھاہے کہ یہ آیت حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔جب اہل مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہٗ کوسولی پر لٹکادیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوحضرت خبیب کوسولی سے اُتارے گااس کے لئے جنت ہے۔تو حضرت زبیر نے کہا کہ میں اور میرا ساتھی مقداد اتاریں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(78)

لیکن علامہ مقریزی نے اہل سنت کےمؤقف سے جدامؤقف اختیار کیا ہے۔

مقریزی شب ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کوکفار کی امانتیں دے کر اپنے بستر پرلٹادیا تھا۔**فقام عليٌّ مقامه عليه السلام وغطى ببرداً خضر،فكان اول من شرى نفسه وفيه نزلت**﴿..﴾(79)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ' آپ کے قائم مقام ہو گئے آپ نے سبز چادر اوڑھ لی اور آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے آپ کو بیچا۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی"۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ اہل تشیع کے نزدیک یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ' کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ میں اپنے بستر پر لٹا کر چلے گئے۔(80)

(ii) مقریزی ہجرت کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غارِ ثور میں قیام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ' غارِ ثور میں قیام پذیر ہوئے تو قریش آپ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور غار کے دروازے پر کھڑے ہوئے کہ ان کے قدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لئے۔

((وقدنسج العنکبوت وعششت حمامتان علی باب الغار،(81) وذالک تاویل قوله تعالیٰ﴿ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا‌ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا﴾)) (82)

"اور مکڑی نے غار کے دورازے پر جالا بنالیا اور دو کبوتروں نے انڈے دے دیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل ہے (اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں"

مقریزی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مدد کی وہ ان کبوتروں اور مکڑی کے ذریعے سے تھی۔

② بیان فضائل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انفرادیت

سیرت نگاروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل قرآن وحدیث سے بیان کئے ہیں۔ مقریزی نے بھی قرآن وحدیث کو مدِ نظر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو بیان کیا ہے۔ لیکن مقریزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے ہوئے دیگر انبیاء علیہم السلام سے موازنہ کیا ہے۔ بیان فضائل میں جداگانہ انداز اختیار کیا ہے

علامہ مقریزی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ کا موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

((فان نوحاً علیه السلام لما امتلأ غیظاً من أذی المکذبین له ، ابتهل الی

ربه تعالیٰ یسأله ان ینصره، فقال: ﴿اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾(83) فهطلت السماء بماءٍ منهمر))

''جب حضرت نوح علیہ السلام جھٹلانے والوں کی ایذاء کی وجہ سے غصہ میں بھر گئے تو اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوکر سوال کیا کہ اللہ ان کی مدد کرے۔ اور انہوں نے کہا (اے اللہ میں مغلوب ہوں میری مدد فرما) تو آسمان سے شدید بارش ہوئی''۔

((فکانت دعوته دعوة انتقام)) ''یہ ان کی پکار انتقام کے لئے تھی''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا کی جب مکہ میں قحط ہوا تو آپ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا۔

((فکانت دعوته رحمة وغوثاً للانام))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لوگوں کیلئے رحمت اور مدد تھی''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال شب و روز قوم کو دعوت دین دی ''فلم یؤمنه اِلاّ دون المائة'' مگر سو سے کم لوگ مسلمان ہوئے''۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بیس سال دعوت اسلام دی تو اتنے لوگ ایمان لائے کہ وہ شمار سے باہر تھے۔(84)

اس بیان کے بعد علامہ مقریزی آیات کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے فضائل سے موازنہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے نام دیئے: ﴿اِنَّه' کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا﴾(85)

نبی صلی اللہ علیہ کو دو نام دیئے ﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ﴾(86)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ(87) یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ(88) یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ(89) کہہ کر بلایا یعنی نام نہیں لیا۔ دیگر انبیاء کو نام سے پکارا:

یٰۤاٰدَمُ (90) یٰنُوْحُ (91) یٰۤاِبْرَاهِیْمُ (92) یٰمُوْسٰی(93) یٰعِیْسٰی(94)

قوم نے جب حضرت نوح علیہ السلام پر الزام تراشی کی تو انہوں نے خود اس کا جواب دیا:

قوم نے کہا: ﴿اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾(95) ''بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں''

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ﴾(96)

''اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رسول ہوں''۔

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے کہا ﴿اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاهَةٍ﴾(97) ''بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں''

آپ نے فرمایا: ﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ﴾(98) ''اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ''

دیگر انبیاء نے خود جواب دیئے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے جواب دیئے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اور صبر اختیار فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قوم نے کہا: ﴿یٰاَیُّھَاالَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُاِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ﴾(99) ''اے وہ جن پر قرآن اترا بے شک مجنون ہو''

آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور فرمایا: ﴿وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٌ﴾(100)

''تم اپنے رب کے فضل سے بے شک مجنون نہیں ہو''

علامہ مقریزی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وانظر قوله تعالیٰ عن الخلیل علیه السلام ﴿وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ (101) تجدبینه' وبین قوله تعالیٰ لنبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم ﴿لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ﴾(102) بوناً کبیراً :ذلک طمع فی المغفرة وھذاغفرله بیقین۔

وکذلک قول الخلیل ﴿وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِیْ الْآخِرِیْنِ﴾(103) مع قوله تعالیٰ لمحمدٍ صلی اللّٰه علیه وسلم ﴿وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ﴾(104) یظھرلک شرف مقامه لانه' اعطی بلاسوال۔(105)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ کے قول پر غور کرو''اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا، تم پاؤ گے قول ابراہیم علیہ السلام کے درمیان اور قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بڑا فرق ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا'' تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''ابراہیم علیہ السلام مغفرت کی اُمید کر رہے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بخشش یقینی ہے۔

اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے قول'' کہ میری ناموری رکھ پچھلوں میں'' کا موازنہ اللہ تعالیٰ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ﴿وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ﴾ ''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا'' سے کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ومقام ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر سوال کے عطا فرمایا۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو اللہ نے بیان کیا ہے

﴿وَلَاتُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ﴾(106) ''اور مجھے رسوانہ کرنا جب سب اٹھائے جائیں گے''

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت پہلے ہی دے دی:

﴿یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَه'﴾(107)

''اور جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اوران کے ساتھ ایمان والوں کو''۔(108)

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کہ وہ ایک مقرر دن پر نکلتی اور پانی پیتی تھی یہ قوم صالح کیلئے ان کی سچائی کی دلیل تھی۔لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا وہ حضرت صالح علیہ السلام کو نہیں ملا۔حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی نہ تو کلام کرتی تھی اور نہ ہی اس نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ شکایت لے کرآیا،اسی طرح گوہ نے آپ کی رسالت کی گواہی دی۔(109)

علامہ مقریزی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موازنہ دیگر انبیاء سے کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبزرگی ثابت کرتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے گم ہونے پر اپنی زبان سے ﴿یآاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ﴾(110) ''ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر'' کے کلمات کہے۔

علامہ مقریزی کہتے ہیں''**فاصابه بفقد ولد واحد من جملة اثنی عشرولداً هذا ألاسف**''(111) بارہ بیٹوں میں سے ایک کے گم ہونے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو افسوس ہوا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم جب فوت ہوئے تو آپ نے اظہار تاسف نہیں کیا بلکہ فرمایا:**واناعلیک یاابراهیم لمحزنون** (112) ''اور اے ابراہیم ہم تم پر غمزدہ ہیں''۔

اسی طرح علامہ مقریزی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو فوقیت دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی برتری مفصل بیان کی ہے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رضائے الٰہی چاہنے کے لئے تیزی کے ذکر میں جو آیت نازل ہوئی اُس کو بیان کرتے ہیں۔

﴿وَمَآاَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی ۝ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰی اَثَرِیۡ وَعَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی﴾(113)

''اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی اے موسیٰ! عرض کیا کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوں تاکہ تو راضی ہو''

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بلند ہے ذیل کی دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رضا اور طلب کو جانتے ہوئے بن سوال کئے عطا فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں**﴿قَدۡنَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِیۡ السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا﴾**(114)

اور اللہ نے فرمایا**﴿وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی﴾**(115) ''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی

طرف منہ کرنا،تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے'' اور فرمایا'' بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

علامہ مقریزی کے اسی منہج کی ایک اور مثال پیش کی جاسکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بن مانگے عطا کیا۔مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے ہیں

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ○وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ﴾(116) ''میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾(117)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا'' یعنی ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا

اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام سے موازنہ کر کے علامہ مقریزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے کا سیرت نگاری میں منفرد انداز اختیار کیا ہے۔

③ تاریخی واقعات بیان کرنے میں انفرادیت

(i) علامہ مقریزی نے تاریخی واقعات بیان کرنے میں بھی اپنے جداگانہ طرز کو برقرار رکھا ہے۔مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں لکھتے ہیں:**فلم یحتج علیؓ رضی اللّٰہ عنہ ان یدعی، ولا کان مشرکاً حتی یُوَحِّد فیقال اسلم**

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی حاجت نہیں تھی کہ ان کو اسلام کی دعوت دی جائے آپ مشرک نہیں تھے بلکہ موحد تھے۔کہتے ہیں کہ آپ نے اسلام قبول کرلیا تھا''۔جب عمر آٹھ، سات یا گیارہ سال تھی۔آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آپ کی اولاد کی طرح رہتے تھے اور ہر معاملے میں آپ کی پیروی کرتے تھے۔بعض کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے''۔

علامہ مقریزی کہتے ہیں:

((ھذا ھو التحقیق فی المسالة لمن أنصف وترک الھوی من الفریقین ، وقد قال عمرمولی غفرة:سئل محمدبن کعب القرظی عن اوّل من اسلم، علی بن ابی طالب أوابوبکررضی اللّٰہ عنہ'؟ فقال سبحان اللّٰہ!علیّ اولھما إسلاماً، وانما اشتبه علی الناس لِاَنَّ علیاً اول من اسلم کان یخفی إسلامه من أبی طالب،واسلم ابوبکر فاظھراسلامه، فکان ابوبکر اول من اظھر إسلامه، وکان علی أولھما اسلامًا فاشتبه علی الناس))(118)

''یہ تحقیق ہے اس مسئلہ میں جو دونوں فریقین میں انصاف کرے اور خواہشات کو چھوڑ دے ۔غفرہ کے آزاد کردہ غلام عمر کہتے ہیں محمد بن کعب القرظی سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے پہلے ایمان کون لایا؟ تو انہوں نے جواب دیا علی پہلے اسلام لائے ۔لوگوں کو اشتباہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ حضرت علی نے پہلے اسلام قبول کیا لیکن انہوں نے حضرت ابوطالب سے چھپایا۔جبکہ حضرت ابوبکر نے جب اسلام قبول کیا تو اس کا اظہار کیا۔ پہلے حضرت علی اسلام لائے لیکن اس وجہ سے اس مسئلہ میں اشتباہ پیدا ہوا''۔

(ii) حضرت ابوطالب کا اپنی قوم کے دین پر رہنا

علامہ مقریزی ''ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ جب کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کی کوشش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

وصان اللّٰہ رسوله صلى اللّٰه عليه وسلم بعمه أبي طالب، لانه كان شريفاً في قومه مطاعاً فيهم، نبيلا بينهم ، ولايتجا سرون على مفاجاته بشئى في أمررسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لما يعلمون من محبته له ' وكان من حكمة اللّٰه تعالىٰ بقاء ابى طالب على دين قومه لمافى ذالک من المصلحة۔(119)

''اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا حضرت ابوطالب کے ذریعے سے بچایا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم میں معزز تھے اور ان میں آپ کی اطاعت کی جاتی تھی۔آپ قوم کے نجیب لوگوں میں سے تھے۔کفار آپ کی مخالفت میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت ابوطالب کی محبت کو جانتے تھے۔حضرت ابوطالب کو اپنی قوم کے دین پر قائم رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔اس میں کوئی مصلحت تھی''۔

یعنی مقریزی کا مؤقف ہے کہ ابتدائی دور میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے بچانا تھا۔ اسلئے حضرت ابوطالب کو قوم کے دین پر رکھا تاکہ حضرت ابوطالب اپنی قوم کے دین پر ہوکر آپ کی مدد کرسکیں۔اگر آپ ایمان لے آتے تو کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے بھی مخالف ہو جاتے۔

(iii) ''طلع البدر علینا'' کہاں پڑھا گیا؟

امتاع الاسماع میں علامہ مقریزی نے ''طلع البدر علینا'' کے بارے میں تین مؤقف اپنائے ہیں۔

(i) ہجرت مدینہ کی فصل میں مقریزی نے ابی خلیفہ کی ایک روایت بیان کی وہ ابن عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ کے استقبال کیلئے عورتیں بچے، بچیاں پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع (120)

ہم پر چودہویں کا چاند طلوع ہوا وداع کی گھاٹیوں سے
ہم پر شکر واجب ہے جب تک اللہ کو پکارنے والا اللہ کو پکار۔
اے ہم میں مبعوث ہونے والے آپ اس امر کے ساتھ تشریف لائے جس کی اطاعت ہوتی ہے

(ii) بدر سے فتح یاب ہو کر لوٹنے پر شہر مدینہ کی بچیاں باہر نکل آئیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ استقبال کیا۔ علامہ مقریزی کہتے ہیں:

فتلقاہ الولائد بالدفوف وھن یقلن"طلع البدر علینا(121) ''پس بچیاں انہیں ملیں اور دف کے ساتھ وہ پڑھ رہیں تھیں''

(iii) جس مؤقف پر علامہ مقریزی نے جزم کیا وہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے تو **وَخَرَجَ الناس والصبیان والولائد یقلن"طلع البدر علینا"**۔

مقریزی کہتے ہیں:

((وقدوھم بعض الرواۃ وقال: انما کان ھذا مقدمہ المدینۃ وھو وھم ظاھر لان الثنیات الوداع انما ھی من ناحیۃ الشام،لایراھا القادم من المکۃ الی المدینۃ،ولایراھا اِلااذا توجہ الی الشام۔(122)

جب مدینہ واپس آئے تو لوگ، بچے بچیاں باہر نکلے اور وہ پڑھ رہے تھے''طلع البدر علینا'' بعض راویوں نے اس میں وہم کیا ہے اور کہا کہ یہ مدینہ کی طرف آنے والوں کی طرف سے ہے تو وہ وہم ظاہر ہے۔ کیونکہ ثنیات الوداع شام کی طرف والے کونے میں ہے

مکہ سے مدینہ آنے والا اسے نہیں دیکھ پاتا۔ شام کی طرف سے آنے والوں کے سوا اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس مؤقف کے مطابق مقریزی نے یہ واضح کیا ہے کہ تبوک کی طرف سے آتے ہوئے ثنیات الوداع رستے میں پڑتی ہے۔ اور مکہ سے مدینہ آنے والے ان گھاٹیوں کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ اس کے مخالف سمت میں آتی ہے۔

④ اشکال حدیث رفع کرنے میں انفرادیت

صحیح مسلم کی ایک حدیث جس میں حضرت ابن عباس کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت ابوسفیان نے اپنی صاحبزادی ام حبیبہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرانے کا ذکر کیا ہے۔(123)۔اس حدیث کے بارے میں ابوزکریا النووی کہتے ہیں:

((واعلم ان هذاالحديث من الاحاديث المشهوره بالاشكال، ووجه الاشكال ان اباسفيان انمااسلم يوم فتح مكه سنة ثمان من الهجرة وهذا مشهورلاخلاف فيه،وكان النبى صلى الله عليه وسلم قدتزوج ام حبيبه قبل ذالک بزمان طويل)) (124)

''یہ حدیث اشکال میں شہرت رکھتی ہے۔وجہ اشکال یہ ہے کہ ابوسفیان سن آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے یہ مشہور بات ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے لمبا عرصہ پہلے حضرت اُم حبیبہ سے شادی کر چکے تھے''۔

حضرت ام حبیبہ کی شادی پہلے عبداللہ بن جحش سے ہوئی تھی دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ۔ عبداللہ بن جحش وہاں جا کر عیسائی ہوگئے۔لیکن ام حبیبہ دین پر قائم رہیں۔حبشہ کے حکمران نجاشی کے ذریعے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی۔اس بناء پر علماء حدیث نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔کیونکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔

علامہ مقریزی اس حدیث کے اشکال کو رفع کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

((وقالت طائفة:ليس الحديث بباطل،وانماسأل ابوسفيان النبى صلى الله عليه وسلم ،ان يزوجه ابنته' الاخرى على اختهاام حبيبه))

''ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل نہیں ہے۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہٗ نے اپنی دوسری بیٹی کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرانے کی پیش کش کی تھی۔کیونکہ یہ پیش کش حضرت ام حبیبہ نے بھی کی تھی''۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کی طرح حضرت ابوسفیان بھی اس بات سے لاعلم ہوئے ہوں کہ ایک نکاح میں دو بہنیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔اس پیش کش کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فقال لاتحل لى، وذهب وهمه الى انهاام حبيبه وهذهِ التسميه من غلط بعض الرواة لامن قول ابى سفيان))۔

''آپ نے فرمایا کہ میرے لئے یہ حلال نہیں ہے۔تو یہ وہم دور ہوگیا کہ وہ ام حبیبہ تھیں اور راویوں کی غلطی سے ام حبیبہ کا نام ذکر ہوا تھا یہ ابوسفیان کا قول نہیں ہے''

مقریزی اپنے شیخ عمادالدین ابن کثیر کا قول نقل کرتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ جب حضرت ابوسفیان نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کی وجہ سے ان کی عزت بڑھی ہے تو انہوں نے اپنی دوسری بیٹی کے نکاح کی پیش کش کی تھی۔(125)

⑤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داریوں کے بیان میں انفرادیت

علامہ مقریزی نے اِمتاع الأسماع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داریوں کو بیان کرنے میں مفصل انداز اپنایا ہے۔پہلے ان کی طرف سے آپ کے اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے تین ہم زلفوں، ربیع بن عبدالعزی، وعلاج بن ابی سلمہ اور عبد بن بجاد کا تعارف پیش کیا ہے(126)

اسی طرح علامہ مقریزی نے تمام ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے ہم زلفوں کا ذکر بھی کیا اوران کا تعارف بھی کرایا ہے۔(127)

مقریزی نے ایک ''فصل فی ذکر اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں آپ کے ساس وسسر کا ذکر کیا ہے جن میں آپ کی تمام ازواج کے والدین کا ذکر موجود ہے۔(128)

"**فصل في ذكراصهار رسول الله صلى الله عليه وسلم**" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دروں کا ذکر کیا ہے۔جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے رشتہ داروں کا ذکر کیا گیا ہے۔(129) یہ تذکرہ تقریباً100 صفحات پر محیط ہے۔اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا تفصیلی تعارف وتذکرہ علامہ مقریزی کا ہی طرۂ امتیاز ہے۔

⑥ مسائل کی تحقیق میں منفرد انداز

علامہ مقریزی پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں محققانہ انداز اختیار کرتے ہیں اور تحقیق میں فنی لغوی مباحث سے کسی جامع موقف کی طرف پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس اندازِ تحقیق کی ایک اہم مثال امتاع الاسماع میں درود ابراہیمی پر بحث ہے۔جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو درود ابراہیمی میں جب ہم پڑھتے ہیں:

((اللهم صل على محمّد وعلى آل محمد كماصليت على ابراهيم وَعلىٰ آل ابراهيم،مع ان مشبه به اصله ان يكون فوق المشبه؟ فاقتضىٰ هذاان

یکون ابراهیم افضل من محمّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم))۔

''اے اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر ۔مشبہ بہ چونکہ مشبہ سے فوقیت رکھتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ ابراہیم علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں''

مقریزی یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ سے استدعا کرتے ہیں کہ اے اللہ محمد اور آل محمد پر اس طرح درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا۔اس میں مشبہ بہ (جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔اس پر مفصل بحث میں مقریزی مختلف اہل فکر سے استدلال پیش کرتے ہیں۔یوں یہ ایک عظیم بحث ہمارے سامنے آتی ہے جس سے قاری کے ذوق تحقیق میں اضافہ ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ کا موقف ہے کہ دراصل درودشریف کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دی جب آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ سیّد ولد آدم ہیں۔(130)

اس پر مقریزی اس موقف کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ درود پڑھنے کی یہ تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت انہیں دی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر پوچھی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾(131) ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں سوائے مومنو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو''۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کیلئے یہ درود مشروع کر دیا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے ہی ولد آدم سے افضل رہے ہیں دوسرے طبقہ کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((انماهذاالتشبیه راجع الی المصلی فیمایصیر له من ثواب الصلاة علیه ، فطلب من ربّه ثواباً وَهُو ان یصلی علیه کماصلی علی ابراهیم))(132)

''بے شک یہ تشبیہ درود پڑھنے والے کی طرف راجع ہے کیونکہ آپ پر درود پڑھنے کا اجر اس کی طرف جاتا ہے۔پس وہ اپنے رب سے ثواب طلب کرتا ہے اور وہ آپ پر درود پڑھتا جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام پر درود پڑھا ہے''۔

ایک طبقہ کہتا ہے کہ یہ تشبیہ صرف آل کی طرف لوٹتی ہے۔اور کلام اس طرح مکمل ہوگا:

((اللهم صل علی محمد، ثم قال: وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم، فالصلاة والمطلوبة لِآل ِ محمدهی المشبة بالصلاة الحاصلة لِابراهیم))

''اے اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج، پھر وہ کہتا ہے :وعلی آل محمد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر تو درود بھیج جیسا تو نے ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا ہے۔ جو درود آل محمد کے لئے درکار ہے وہ اس درود سے مشابہ ہے جو درود ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے''۔

ایک طبقہ کہتا ہے کہ یہ لازم نہیں ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اعلیٰ ہو۔ بلکہ یہ متماثل بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے اعلیٰ ہو۔

((والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم افضل من ابراهیم من جهات غیرالصلاة علیه وان کانامتساویین فی الصلاة، والدلیل علی ان المشبه قدیکون افضل من المشبه به))۔(133)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم درود کے علاوہ جہات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں اگر درود میں برابر بھی ہوں تو یہ دلیل ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے افضل ہے''۔

اس کے رَد میں علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ یہ عربوں میں مروج نہیں ہے کیونکہ وہ تشبیہ اعلیٰ کے ساتھ ہی دیتے ہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ تشبیہ مذکورہ درود میں ہے کسی کی قدر و منزلت میں نہیں۔

((هذاکمانقول للرجلٍ:احسن الی ابیک کمااحسنت الی فلان، وانت لاترید بذلک قدرالإحسان وانماتریدبه اصل الإحسان)) (134)

''یہ اس طرح ہے جیسے تو کسی آدمی سے کہے کہ اپنے باپ کے ساتھ احسان کرو جس طرح تم نے فلاں کے ساتھ احسان کیا ہے تو اس سے مراد نفس احسان ہے قدر احسان نہیں ہے'۔

اوراس قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں ﴿وَاَحسِنْ کَمَآاَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْکَ﴾ (135)

''اوراحسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا'' تو یہ بات ظاہر ہے کہ خدا جیسا کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ اس میں اصل احسان ہی مراد ہے۔ علامہ مقریزی کی یہ بحث تقریباً بیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مقریزی کی اپنی سوچ اس طرف ہے کہ اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل ہیں اور اس میں درود سے صرف نفس درود ہی مراد ہے۔ درود کی کیفیت وقدر مراد نہیں ہے۔

سیرت نگاری میں مقریزی کا مقام

علامہ مقریزی بنیادی طور پر ایک مؤرخ ہیں، سیرت نگاری بھی تاریخ کا ہی ایک شعبہ ہے۔ مقریزی نے دوسو سے زائد مختلف موضوعات پر تصانیف وتالیفات چھوڑی ہیں۔ انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس سے پورا پورا انصاف کیا۔

سیرت نگاری میں مقریزی کی تصنیف ''إمتاع الأسماع بماللنبی صلی اللّٰه علیه وسلم من الاحوال والاموال والحفدة والمتاع'' ہے۔۔

یہ علامہ مقریزی کے ان دروس پر مشتمل ہے جوانہوں نے قیام مکہ کے دوران وہاں دیئے تھے۔اس لئے ان میں واعظانہ رنگ غالب نظر آتا ہے۔

علامہ مقریزی کی اس کاوش کو ہر دور میں احترام کی نگاہ سے دیکھا گیا۔تراجم کی بیشتر کتب میں مقریزی کی إمتاع الأسماع کا ذکر موجود ہے۔اور مؤلفین نے إمتاع الأسماع کی تعریف کی ہے۔

ابن تغری بردی کہتے ہیں کہ علامہ مقریزی کی کتب میں ایک اہم کتاب ''إمتاع الأسماع'' ہے۔میں نے اس کو دیکھا ہے اوراس کا مطالعہ کیا ہے۔هو کتابٌ نفیس (136) ''وہ ایک نفیس کتاب ہے''۔

امام سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ **وکان یحب ان یکتب بمکة ویحدث به وتیسرله ذلک** (137)

''علامہ مقریزی چاہتے تھے کہ اسے مکہ میں لکھیں اور بیان کریں یہ ان کے لئے آسان ہوگیا''۔

سیرت نگاری میں علامہ مقریزی کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے آپ کی اس تالیف سے اخذ واستفادہ کیا۔جن کتب سیرت میں ''إمتاع الأسماع'' سے اخذ واستفادہ کیا گیا ہے ان میں امام شامی کی ''سبل الهدی والرشاد'' اور''السیرة الحلبیه'' نمایاں ہیں اس کے علاوہ جدید عربی سیرت نگاروں اوراردو سیرت نگاروں نے بھی ''إمتاع الأسماع'' کو بطور ماخذ وسیرت بڑی اہمیت دی ہے

کتب سیرة میں إمتاع الأسماع ایک ضخیم کتاب ہے۔دیگر کتب سیرت اپنے حجم میں إمتاع الأسماع سے کم ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مقریزی نے اپنے علم ودانش وتحقیق کی بنیاد پر دیگر سیرت نگاروں سے زیادہ مواد اکٹھا کیا ہے۔اوراس مواد پر سیر حاصل بحوث بھی شامل ہیں۔فقہی مسائل،فنی ولغوی مباحث،مسئلہ کی تہہ تک جانا اورادبی وعلمی اسلوب ''إمتاع الأسماع'' کی خصوصیات ہیں۔جن کی بنیاد پر ''إمتاع الأسماع'' کتب سیرت میں ماخذ کادرجہ رکھتی ہے۔

''إمتاع الأسماع'' کی خصوصیات

علامہ مقریزی کی تالیف ''إمتاع الأسماع'' کی خصوصیات کامختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

① موضوع سے مطابقت

''إمتاع الأسماع''،ضخیم کتاب ہے۔اس میں سینکڑوں فصول وعنوانات ہیں۔سیرت نگار کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تالیف میں فصول وابواب کے عنوانات کے مطابق مواد سیرت تحریر کرے۔''إمتاع الأسماع''اس خوبی

کی حامل ہے۔اس کے جتنے بھی فصول وعنوانات ہیں ان کے مطابق مواد اور اس پر بحوث شامل کی گئی ہیں۔ان فصول میں کچھ مختصر بھی ہیں اور طویل بھی۔لیکن مطابقت موضوع ہر حال قائم ہے۔مثلاً ''اعجاز القرآن'' کی فصل میں قرآن کریم کے اعجاز کی وجوہ گنواتے ہیں اور یہ وجوہ احدھا سے عاشرھا تک بیان کرتے ہیں اس طرح دس وجوہ گنواتے ہیں اور ان وجوہ پر فنی بحث بھی کرتے ہیں۔پھر آخری وجہ **التناسب فی جمیع ماتضمنه ظاهراً وباطناً من غیر اختلاف** یعنی اعجاز کی دسویں وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک جتنے ظاہری و باطنی علوم پر مشتمل ہے ان میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک تناسب ہے۔اس پر بحث کرتے ہوئے ملحدین کے دو اعتراض بیان کرتے ہیں۔پھر ان کے جواب والجواب عن الاول، والجواب عن الثانی کے عنوان سے دیتے ہیں۔ان جوابات کے ذیلی اجزاء قائم کرتے ہیں اس طرح یہ فصل طویل مگر منظم اور مربوط فنی بحث پر مشتمل ہے۔کتاب کے صفحہ 228 سے 236 تک چلتی ہے لیکن تمام بحث موضوع کے عین مطابق ہے۔آخر میں لکھتے ہیں کہ نبیوں کے معجزات اہل زمانہ کی ضروریات اور اس فن میں ہوتے ہیں جن کا ان میں عروج ہو جیسے:

((من غلبة السحرفی زمان موسیٰ،والطب فی ایام عیسیٰ، والبلاغة فی العرب الذین بعث فیهم رسول اللّٰه)) (138)

ان بحوث میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ، صحابہ کے آثار، مفسرین، محدثین اور مؤرخین کی آراء، ان میں تعارض اور اس کی تطبیق ہوتی ہے مگر یہ تمام مباحث اپنے عنوان کے عین مطابق ہوتے ہیں۔اور مقریزی اپنے موضوع سے سرمو ہٹتے نہیں ہیں۔مثلاً معجزات (139) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فضائل مواطن درود (140) کے مباحث کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

② ترجمۃ الابواب:

علامہ مقریزی فصول وابواب کے عنوانات کا تعارف جامع انداز میں کراتے ہیں جس سے قاری آمدہ مواد سے باخبر ہو جاتا ہے۔مثلاً

(i) **((فصل فی العقب والعاقب))**

قال ابن سیّده:والعقب والعاقب:ولدالرجل وولدولده الباقون بعده،وقول العرب:لاعقب له ، ای لم یبق له ولدذکر)) (141)

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ عقب وعاقب سے مراد یہ ہے کہ آدمی کا بیٹا ہو اور باقی بیٹے اس کے بعد ہوں۔عربوں کا قول ہے ''لاعقب لہ'' یعنی اس کی مذکر اولاد باقی نہیں رہی۔

(ii) **((فصل فی ذکر اسلاف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم))**

السلفان:متزوجان الاختين،والجمع اسلاف وقال ابن الاعرابی: لیس فی النساء سلفة، انما السلفان فی الرجال.وقال کراع: السلفان: المراتان تحت الاخوین۔(142)

''السلفان سے مراد وہ دو مرد ہیں جو دو بہنوں کے خاوند ہوں، اس کی جمع اسلاف ہے۔ابن اعرابی نے کہا ہے کہ عورتوں میں کوئی سلفہ نہیں ہوتی سلفان صرف مردوں میں ہوتے ہیں اور کراع کے بقول اس سے مراد دو عورتیں جو دو بھائیوں کے نکاح میں ہوں''۔

③ مسئلہ کی تمام جزئیات کے ساتھ تحقیق

علامہ مقریزی ایک عظیم مؤرخ ہیں اس لئے ان کی سیرت نگاری میں مؤرخانہ انداز کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔جب کوئی بات کرتے ہیں تو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں۔مثلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((ارضعته امّه سبعة أيام ،ثم أُرضعته ''ثويبة''(143) مولاة ''أبی لهب'' بلبن ابنها ''مسروح'' ایامًا قلائل،وکانت ارضعته قبل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عمه''حمزه(144) بن عبدالمطلب''وارضعت بعدرسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ''اباسلمه(145) بن عبدالاسد''،ثم بعد رضاعه من ''ثویبه'' ارضعته''ام کبشه''حلیمه بنت ابی ذؤیب عبداللّٰه بن الحارث بن شجنه بن جابربن رزام بن ناصرة بن قصیة بن نصر بن سعد بن بکر بن هوازن السعدیه، بلبن زوجها الحارث، بن عبدالعزی السعدی،وارضعت معهٗ ابن عمه ''اباسفیان بن الحارث(146) بن عبدالمطلب ایاماً بلبن ابنهاعبدالله ثم فطمته بعد سنتین))(147)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ماں نے سات دن دودھ پلایا اس کے بعد ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ثویبہ نے اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ چند دن دودھ پلایا۔اس سے پہلے وہ آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلا چکی تھیں۔آپ کے بعد ثویبہ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو دودھ پلایا۔ثویبہ کے دودھ پلانے کے بعد ام کبشہ حلیمہ (۔۔۔)السعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ان کے خاوند حارث بن عبدالعزیٰ السعدی تھے۔حلیمہ نے آپ کے ساتھ کچھ دن آپ کے چچازاد ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا۔اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ پھر دوسال بعد حلیمہ نے دودھ چھڑوادیا۔

④ منفرد انداز

علامہ مقریزی سے پہلے بھی کئی سیرت نگاروں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر طبع آزمائی کی۔لیکن مقریزی نے بیان سیرت میں نیا انداز اختیار کیا ہے۔اس کی متعدد مثالیں ہیں۔علامہ مقریزی سے پہلے سیرت نگاروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نظم مملکت کو بیان نہیں کیا تھا۔مقریزی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں عدم موجودگی کے موقع پر آپ کے جانشینوں کے مقرر کئے جانے،غزوات میں آپ کے نائبین، امور سلطنت چلانے کیلئے مختلف مامورین،اور ریاست مدینہ کے مختلف عہدہ دران کا ذکر کیا گیا ہے۔

جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظام وانصرام،اہم مناصب کی تقسیم،عہدیداروں کی اہلیت اور نظم و نسق سلطنت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

نیز قاری کو اس امر سے بھی واقفیت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ریاست مدینہ کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے جس طرح انتظام کراتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مدینہ سے باہر جاتے ، مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرتے ،مقریزی نے مدینہ میں نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد بارہ لکھی ہے،وہ لکھتے ہیں:**واستخلف علی المدینة فی ذلک اثنی عشر رجلاً**۔(148) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران مدینہ میں بارہ نائبین مقرر کئے۔

وزراء کا ذکر کرتے ہوئے مقریزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ ہر نبی کے دو زمینی اور دو آسمانی وزراء ہیں۔میرے زمینی وزراء ابوبکر وعمر ہیں اور آسمانی وزراء جبرائیل اور میکائیل ہیں(149)

دفتری عملے کا ذکر کرتے ہوئے مقریزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر ممالک کے سربراہان سے خط و کتابت،سرکاری جائیداد کا حساب رکھنے، جزیہ وصول کرنے والے صحابہ،سرکاری دستاویزات پر مہر لگانے والے نیز مال غنیمت کی تقسیم اور حساب وکتاب رکھنے والے صحابہ کا ذکر بھی کیا ہے۔(150)

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں بھی یہی سلسلہ چلتا رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس کیلئے الگ دفاتر قائم کئے۔لیکن نظم مملکت کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھ دی تھی۔

⑤ تاریخ وسن کا التزام

علامہ مقریزی واقعہ بیان کرتے ہوئے اس کی تاریخ کا التزام بھی کرتے ہیں۔اگر تواریخ میں اختلاف ہو تو وہ بیان کر دیتے ہیں۔کثیر اقوال میں سے راجح قول کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی وفات کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

(i) **ثم خرجت به آمنة الى المدينة تزور اخواله بها فماتت بالابواء وهی راجعة الی مكة، وله صلی اللّٰه علیه وسلم ست سنین وثلاثة اشهروعشرة ایام، وقیل:وعمره اربع سنین، وقیل:ثمانیة اعوام، والاول أبثبت۔(151)**

''پھر حضرت آمنہ آپ کو لے کر آپ کے ماموں سے ملوانے کے لئے مدینہ گئیں۔مکہ کی طرف لوٹتے ہوئے ابواء کے مقام پر آپ فوت ہوگئیں۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال تین ماہ اور دس دنوں کے تھے۔کہا گیا ہے کہ آپ کی عمر چار سال تھی،یہ بھی کہا گیا ہے کہ آٹھ سال تھی۔پہلا قول زیادہ ثابت ہے''۔

آپ کے سفر شام کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی عمر کا تعین کرتے ہیں:

(ii) **وخرج به الی الشام فی تجارة وهو صلی اللّٰه علیه وسلم ابن اثنتی عشرة سنة وشهرین وعشرة ایام،وقیل ابن تسع سنین.فبلغ به بُصری(152) وذلک فیما یقال لعشرمن ربیع الاول سنة ثلاث عشره للفیل۔(153)**

''آپ کے چچا آپ کو تجارتی سفر پر شام لے گئے اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال دو ماہ اور دس دن تھی۔بعض نے کہا ہے کہ آپ نو سال کے تھے۔آپ بُصریٰ پہنچے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ربیع الاول عام الفیل کے تیرہویں سال یہ واقع ہوا''۔

(iii) **وخرج ثانیا الی الشام فی تجارة ومعه غلامها میسرة لاربع عشرة لیلة بقیت من ذی الحجة سنة خمس وعشرین من الفیل۔(154)**

''جب آپ شام کی طرف دوسری مرتبہ تجارتی سفر پر گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔اس وقت ذی الحجة کی چودہ راتیں باقی تھیں اور یہ واقع عام الفیل سے 25 سال بعد کا ہے''۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں مقریزی تاریخ وسن کا تعین کرتے ہوئے اس میں وارد ہونے والے تعارض کا جواب دیتے ہیں۔ہجرت سے پہلے مختلف سن بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((قیل:بسنة واحدةٍ وقیل:وله من العمر احدی وخمسون سنة وتسعة اشهر،وقیل:کان بعد المبعث بخمسة عشرشهراً، وقال الحربی:کان لیلة سبعة وعشرین من ربیع الآخر قبل الهجرة سنة.ومن قال :انه کان قبل الهجرة سنة،بان خدیجة صلت معه بلاخلاف ماتت قبل الهجرة بثلاث

سنين، والصلاة انما فرضت ليلة الاسراء،واجيب بان صلاة خديجة كانت غير المكتوبة، بدليل حديث مسلم(155) انه صلى بيت المقدس ركعتين قبل ان يعرج الى السماء))(156)

''کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل معراج ہوئی۔بعض نے کہا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر اکیاون سال اور نو ماہ تھی۔بعض نے کہا کہ بعثت سے پندرہ ماہ بعد معراج ہوئی۔ اور الحربی نے کہا کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الثانی کی ستائیسویں رات کو معراج ہوئی اور جس نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی اس پر اعتراض ہے کہ سیدہ خدیجہ نے بلا اختلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ ہجرت سے تین سال قبل فوت ہوگئی تھیں۔جبکہ نماز تو اسراء کی رات فرض ہوئی۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ کی نماز فرض نماز نہیں تھی۔اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آسمان کی طرف جانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز معراج پر جانے سے پہلے بھی ادا کی گئی۔

⑥ لغوی مباحث

مقریزی لغوی مباحث احسن انداز میں کرتے ہیں اور انہوں نے کنیت پر مدلل بحث کی ہے۔وہ کہتے ہیں

((اعلم ان الكنية انما وضعت لاحترام المكنى بها واكرامه وتعظيمه ، كي لا يصرح في الخطاب باسمه)) (157)

''جان لے کہ کنیت مکنی بہ (جس کی کنیت ہوتی ہے) کے احترام اور عزت کیلئے وضع کی گئی ہے۔جس کی صراحت نام سے خطاب میں ممکن نہیں''

((وقال اللحياني: يقال كُنية، وكَنية وكِنية وكُنوة، وكَنوة، وكِنوة. وقال المبرد:الكنية من الكنايه))

''اور کنایہ تعظیم کی ایک قسم ہے۔فيعظم الرجل ان يدعى باسمه فيكنى۔آدمی کو تعظیم دینے کیلئے کنیت سے پکارا جاتا ہے''۔

اہل عرب کنیت کے استعمال ہونے کی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

((ويقال:ان الاصل في سبب الكنى في العرب ان ملكامن ملوكهم الاول وُلِدلَه' ولد، فشغف به حتى اذانشاء وترعرع لان يؤدب أدب الملوك،

احب ان یفرد له موضعاً بعیداً من العمارة.یکون فیه مقیما یتخلق باخلاق الملوک من مؤدبیه..........،فیقال له:هذا ابوفلان:وهذا ابوفلان.فکان یعرفهم باضافتهم الی ابنائهم،فمن هنالک ظهرت الکنی فی العرب))(158)

''علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ عربوں میں کنیت کے مروج ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ عرب ملوک کے ہاں پہلا بیٹا جب پروان چڑھتا تو وہ اسے بادشاہوں کے آداب سکھانا چاہتے تو اسے مملکت سے دور ایک جگہ منتقل کر دیا جاتا۔وہ وہاں قیام پذیر رہتا اور وہاں اسے بادشاہوں کے آداب سکھائے جاتے اور اسے علمی اور مملکت کے امور کی تربیت دی جاتی۔پھر اس کے رشتہ داروں اور چچاؤں کے بیٹوں کو بھی وہاں چھوڑ دیا جاتا تاکہ اسے ان سے انس پیدا ہو۔بادشاہ ہر سال کے آخر میں اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے جاتا۔اس کے ساتھ وہ مصاحب بھی ہوتے جن کے بیٹے بادشاہ کے بیٹے کے ساتھ ہوتے۔وہ سب جب وہاں پہنچتے تو بادشاہ کا بیٹا ساتھ آنے والوں کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون ہیں؟ تو اسے بتایا جاتا کہ یہ فلاں کا باپ ہے، یہ فلاں کا باپ ہے۔یعنی ان کی پہچان ان کے بیٹوں کی نسبت سے کرائی جاتی۔اس طرح عربوں میں کنیت کا رواج ہوا''۔

(ii) مقریزی نے معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فصل میں پہلا عنوان ''ابطال الکهانه'' قائم کیا ہے۔ الکهانة کے بارے میں ابن سیدہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔قال ابن سیده: کهن له یکهن، و کهن کهانة وتکهن تکهیناوتکهُّنا: قضی له بالغیب ورجل کاهن من قوم کهنة وکهان، وحرفته الکهانه (159)

'' کَهُنَ یَکْهُنُ باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے ہے۔اس کا معنی ہے کہانت اختیار کرنا۔کاہن غیب کا مدعی ہوتا ہے اور کہان قوم سے ہوتا ہے اور اس کا پیشہ کہانت ہوتا ہے۔

اس کے بعد ذکر کرتے ہیں:اعلم ان الکهانة من خواص النفس الانسانیة، وذالک ان للنفس الانسانیة استعداد لانسلاخ عن البشریة الی الروحانیة. جان لے کہ کہانت انسانی نفس کے خواص میں سے ہے۔اور یہ کہ انسانی نفس میں یہ استعداد ہوتی ہے کہ وہ بشریت سے روحانیت کی طرف انسلاخ کرے۔

⑦ منطقی انداز

اِمتاع الأسماع کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ علامہ مقریزی نے اپنے دلائل کو منطقی طریق پر پیش کیا ہے۔''اعجاز القرآن الکریم'' کے مبحث میں اعجاز قرآن کی دس وجوہ کا ذکر کرتے ہیں۔

قرآنی آیت ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِغَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلافاًكَثِيْراً﴾(160)

''اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''

اس پر تبصرہ کرتے ہیں:وذلک ان الکفارلما طعنوا فی القرآن وقالوا:لیس هومن عند اللّٰه، وانماهومن کلام محمد أو﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنُ﴾(161)ولم یکن لهم علی ذلک برهان اکثر من التهمة المجردة، بین اللّٰه بطلان دعواهم بهذه الملازمة المذکورة وتقدیرها:لوکان القرآن من عند غیراللّٰه لوقع الاختلاف فیه،لکن لم یقع الاختلاف فیه، فلیس من عند غیر اللّٰه فوقوع الاختلاف فیه لازم لکونه من عندغیراللّٰه ،وقدانتفی فیبقی ملزومه ـ(162)

''جب کفار نے قرآن کے بارے میں طعنہ دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے یا پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں تو ان کی یہ دلیل واضح تہمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔مذکورہ کلام اور اس کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کے بطلان کو بیان کر دیا ہے۔کہ اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف واقع ہوتا،لیکن اس میں اختلاف واقع نہیں ہوا تو یہ غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتو اس میں وقوع اختلاف لازم ہے۔جب اختلاف ہونے کا امکان ختم ہوگیا تو ملزوم (یعنی اس کا کلام اللہ ہونا) باقی رہ گیا''۔

⑧ فصول کا تعارف وتلخیص

''إمتاع الأسماع''میں علامہ مقریزی جامع اورطویل فصول کا ابتدامیں مختصراً تعارف بھی کرادیتے ہیں۔فصل فی ذکر طعام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صفحہ 262 سے 376 تک یعنی ایک سوصفحات سے زائد پر پھیلی ہوئی ہے۔جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانوں میں سے جو کھایا،جس طرح کھایا،جب کھایا اس کا ذکر موجود ہے۔علامہ مقریزی نے اس طویل فصل کی تلخیص یوں بیان کی ہے:

((اعلم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اکل علی مائدة وعلی الارض وکانت له قصعة کبیرة، واکل خبزالشعیر،واکل القثاء والدُّباء،والسمن والاقط والحیس،والزیت واللحم القدید،والشواء ولحم الدجاج ولحم الحباری، واکل الخبیص والهریسة، وعاف اکل الضب واجتنب ماتؤذی رائحته، واکل الجمار والتمر، والقنب والرطب والبطیخ وکان یحب الحلواء والعسل،ولم یاکل متکئاًولاصدقة))(163)

''جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان پر اور زمین پر کھانا کھایا۔آپ کے لئے ایک بڑا پیالہ تھا۔آپ نے جو کی روٹی تناول فرمائی۔آپ نے ککڑی اور کدو گھیا، گھی، پنیر، اور الحیس (کھجور ستو اور گھی سے تیار کیا گیا کھانا)، زیتون کا تیل، گوشت، بھنا ہوا گوشت ،مرغی اور حباری (ایک بڑی گردن والا پرندہ) کا گوشت، خبیص (آٹے، گھی اور شہد سے تیار) ھریسہ اور زنجبیل کھائے۔گوہ کھانے اور ہر اس چیز سے جس کی بو تکلیف دہ ہو اس سے اعراض کیا۔اور آپ نے جمار (درخت خرما کا گوند)، کھجور، قنب، تر کھجور اور تربوز کھائے۔آپ میٹھا اور شہد پسند کرتے تھے۔آپ نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی صدقہ کھایا''۔

⑨ واعظانہ انداز

سیرت نگاری میں مقریزی واعظانہ انداز بھی اختیار کرتے ہیں جس میں روح کلام تو باقی رہتی ہے لیکن الفاظ کا ربط و نظم وہ خود کرتے ہیں۔اس طرح ان کا کلام موثر ہو جاتا ہے۔کلام میں وہ تشبیہ و استعارہ کا استعمال بکثرت کرتے ہیں مثلاً:

((وله من حديث ابن اسحٰق عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى اللّٰه عنهاقالت: كان يهودى سكن مكة يتجربها، فلماكانت الليلة التى ولد فيها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال فى مجلس: يا معشرقريش!هل ولدفيكم الليلة مولود؟ قال القوم:مانعلمه' قال :اللّٰه اكبر اما ان اخطأكم فلابأس،انظروا واحفظوايامعشرقريش مااقول لكم: ولد هذا لليلة نبى هذهٖ الامة الآخر،بين كتفيه علامة فيهاشعيرات متواترات كأنهن عرف فرس، لايرضع ليلتين،وذاک ان عفريتامن الجن ادخل اصبعه فى فيه ومنعه من الرضاع،فتصدع القوم من مجلسهم وهم يعجبون من قوله وحديثه، فلما صاروالى منزلهم اخبركل انسان منهم اهله فقالوا ولد لعبد اللّٰه بن عبدالمطلب الليلة غلام وأسموه محمداً))(164)

''مکہ میں ایک یہودی تجارت کی غرض سے قیام پذیر تھا۔جب ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات آئی تو اس نے ایک مجلس میں کہا اے گروہ قریش! آج کی رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔اس نے کہا اللہ اکبر تم قصوروار ہو

لیکن کوئی حرج نہیں اے قریشیو! دیکھو اور یادرکھو جو میں کہہ رہا ہوں، آج کی رات اس امت کا آخری نبی پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے دونوں کندھوں کے درمیان متواتر رکھے گئے جو کی (بالوں کے گچھے) علامت ہے گویا کہ گھوڑے کی ایال ہو۔ اس نے دوراتوں سے دودھ نہیں پیا۔ ایک بڑا جن ہے جس نے اس کے منہ میں انگلی ڈالی ہوئی ہے جس وجہ سے وہ دودھ نہیں پی سکتا۔ لوگ اس مجلس سے اٹھے اور یہودی کے قول پر تعجب کا اظہار کررہے تھے۔ اپنے گھروں کو پہنچ کر انہوں نے اپنی اہل خانہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا نام محمد رکھا گیا ہے''

((فالتقى القوم فقالوا: هل سمعتم حديث اليهودى وقد بلغكم مولد هذا الغلام؟ فانطلقوا حتى جاء وا اليهودى فاخبروه الخبر فقال: اذهبوا بى حتى انظر اليه، وخرجوا به حتى دخلوا على آمنة بنت وهب فقالوا: اخرجى الينا ابنك فاخرجته آمنة، فكشفوا له عن ظهره فرأى تلك الشامة فوقع مغشيا عليه، فلما افاق قالوا له: ويلك! مالک؟ قال: ذهبت والله النبوة من بنى اسرائيل، افرحتم به يامعشر قريش؟ ما والله ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها من المشرق الى المغرب))(165)

''لوگ آپس میں پھر ملے اور کہا تم نے یہودی کی بات سنی ہے؟ اور اس بچے کی پیدائش کی خبر تمہیں پہنچی ہے۔ وہ سب یہودی کے پاس گئے اور اسے بتایا۔ اس نے کہا کہ مجھے بھی لے چلو تا کہ میں اس بچے کو دیکھوں۔ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ بچہ دکھایئے۔ انہوں نے بچہ دکھایا تو انہوں نے اس کی پیٹھ سے کپڑا ہٹایا اور ابھری ہوئی (مہر) دیکھی۔ اس پر یہودی بے ہوش ہو کر گر گیا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو لوگوں نے اسے کہا تجھے کیا ہو گیا تھا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم آج بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ خدا کی قسم تمہیں وہ شان و شوکت ملے گی کہ مشرق و مغرب میں اس کی دھوم مچ جائے گی''۔

علامہ مقریزی نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے۔ نہ ہی اپنے مزاج کے مطابق اس پر کچھ جرح کی۔ مذکورہ روایت کی عبارت میں تضاد بہت واضح ہے۔ کیونکہ روایت کے آغاز میں مقریزی نے بیان کیا کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس رات کو یہودی نے آپ کے پیدا ہونے کی خبر دی لیکن اس سے آگے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس بچے نے دوراتوں سے دودھ نہیں پیا۔ کیونکہ ایک جن نے ان کے منہ میں انگلی ڈالی ہوئی

ہے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو دو دن ہو چکے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مقریزی کبھی کبھی واعظانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔جس میں وہ صحت واقعہ کا خیال نہیں رکھتے۔

ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت حسان بن ثابت کے حوالے سے نقل کی ہے۔جس میں وہ کہتے ہیں کہ میری عمر سات یا آٹھ سال تھی کہ میں نے یثرب کے ایک یہودی کو جو ایک قلعے پر تھا چیختے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا یا معشر یهود فاجتمعوا اليه فقالوا: ويلك مالک؟ قال قد طلع الليلة نجم احمد..ولد به(166)

یہی روایت عماد الدین ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں نقل کی ہے۔(167)

⑩ اسلوب ادبی

علامہ مقریزی نے اِمتاع الاَسماع میں جہاں جہاں بذات خود تبصرہ کیا ہے اس کے مطالعے سے ان کا ادیبانہ انداز واضح طور پر جھلکتا نظر آتا ہے۔مثلاً علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

((اعلم ان اللّٰه تعالیٰ فضّل رسوله محمدا صلى اللّٰه عليه وسلم بفضائل عديدة ميّزه بهاوشرّفه على.من عداه من الانبياء عليهم السلام ،فجعله رحمة للعالمين،ولم يخاطبه باسمه وانماخاطبه بالنبوة والرسالة التى لاأجلّ منها ولا اعظم، ونهى تعالیٰ اِلأمة ان يخاطبوه باسمه، ودفع عنه ماقذفه به المشركون، وغفرله ماتقدم من ذنبه وماتأخر،ولم يذكرله ذنبا ولازلة،واخذالميثاق على جميع الانبياء ان يؤمنوابه ان ادركوه، وامرالناس ان يتأسوابه فعلاً وقولاً، وفرض طاعته على الكافة، وقرن اسمه تعالى باسمه،وقدم نبوته'قبل خلق آدم عليه السلام،ونوه باسمه من عهد آدم وشرف أصله وكرم حسبه ونسبه وطيبه فولده))(168)

”جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سارے فضائل کے ساتھ برتری عطا فرمائی ہے۔ان فضائل کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی انبیاء علیہم السلام سے ممتاز کیا ہے اور ان پر شرف عطا فرمایا ہے۔پس آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔آپ کو آپ کے نام سے ربّ نے مخاطب نہیں کیا بلکہ آپ کو نبوۃ ورسالت جس میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں کے ذریعے سے مخاطب کیا ہے اور امت کو بھی آپ کا نام لے کر پکارنے سے منع کیا ہے۔مشرکین کی طرف سے ہر طعن کا دفاع اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔آپ کے پہلوں کے اور بعد والوں کے گناہ بخش دیئے ہیں۔آپ کے کسی گناہ یا کمزوری کا ذکر نہیں

ہوا۔تمام انبیاء سے یہ وعدہ لیا کہ اگر وہ آپ کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں۔اور لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے قول وفعل کی اطاعت کریں۔تمام پر آپ کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔رب نے اپنے نام کے ساتھ آپ کے نام کو جوڑ دیا۔آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی آپ کو تاج نبوت عطا فرمادیا۔آدم علیہ السلام کے عہد سے ہی آپ کے اسم کو شہرت عطا فرمائی۔آپ کی اصل کو شرف،حسب ونسب کو عزت اور آپ کے مولود کو طیب پاکیزگی عطا فرمائی۔''

علامہ مقریزی نے ایک گوہ کا رسالت محمدیہ پر گواہی کا ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ سچے رسول ہیں تو یہ گوہ اس کی گواہی دے۔تو آپ نے گوہ سے پوچھا اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ تو گوہ نے جواب دیا: **اللّٰہ اُلذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه وفی البحرسبیله وفی الجنة رحمته وفی النارعذابه**(169)۔''اس رب کی کہ آسمان میں جس کا عرش ہے زمین میں بادشاہت ہے سمندر میں اس کے رستے جنت میں رحمۃ اور دوزخ میں اسکا عذاب ہے''۔پھر آپ نے پوچھا اے گوہ میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا: **انت رسول ربّ العالمین وخاتم المرسلین قد افلح من صدقک وقدخاب من کذبک** (170)''آپ رسول ربّ العالمین اور خاتم المرسلین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی اس نے فلاح پائی اور جس نے آپ کو جھٹلایا وہ نقصان میں رہا''۔

11 فقہی مسائل کا بیان

علامہ مقریزی سیرت نگاری میں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات اور آپ کے متعلقات کا ذکر کرتے ہیں وہاں فقہی احکام کو بھی لازماً بیان کرتے ہیں۔اس طرح ان کے فقہی ذوق کا اظہار بھی ہوتا ہے۔فتح مکہ کے موقع پر مختلف واقعات پیش آئے ان واقعات کو نقل کرتے ہوئے مقریزی نے ''**ھدیة الخمر**'' کا عنوان قائم کیا ہے۔علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

> **((واھدی له یومئذٍراویة خمرفقال:ان اللّٰہ حرمھا،فسارّالرجل غلامه: اذھب بھا الی الحزورة فبعھا. فقال بماامرته؟ قال: ببیعھا، فقال:ان الذی حرّم شربھاحرّم بیعھا))**(171)
>
> ''اس دن آپ کو شراب پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔اس آدمی نے اپنے غلام کو خفیہ طریقہ سے کہا۔یہ حزورہ (مکہ کا بازار) لے جا اور اسے بیچ ڈال۔آپ نے پوچھا،اسے کس چیز کا حکم دیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اسے بیچ دینے

کا۔آپ نے فرمایا جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے''۔

((ونهى يومئذعن ثمن الخمر، وثمن الخنزير، وثمن الميتة، وثمن الاصنام))(172)

''اس دن آپ نے شراب،خنزیر،مرداراور بتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا''۔

اس سے متصل مقریزی ''تحريم شحوم الميتة'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

وقيل يومئذ:ماترى فى شحوم الميتة يدهن به السقاء؟ فقال:قاتل الله يهو داحرم عليهم الشحوم فباعوهافاكلوها ثمنها۔(173)

اس دن آپ سے پوچھا گیا کہ مردار کی چربی سے تیل نکالتے ہیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے، اللہ نے ان پر مردار کی چربی حرام کی لیکن انہوں نے اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی

12 اعراب کا اہتمام

ایسے الفاظ جو غیر معروف ہوں یا ان کے اعراب میں اشکال پیدا ہوسکتا ہو ان کے اعراب کا اہتمام بھی کردیا ہے۔علامہ مقریزی نے ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں ان موالی کا ذکر جن کو دین اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ستایا جاتا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کرایا۔ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

((فمن هؤلاء:بلال وامه حمامة،وعامر بن فهيره وام عبيس، ويقال ام عبيس فتاة بنى تميم بن مره، (وهى ام عبيس بن كريز بن ربيعه بن حبيب بن عبدالشمس بن عبدالمناف) وزنيرة (زنيرة بكسرالزاى وتشديد النون مع كسرهاعلى وزن فعّيله، وقيل :بفتح الزاى وسكون النون ثم ياء مفتوحه))(174)

''پس ان میں سے حضرت بلال،ان کی ماں، عامر بن فہیرہ اور ام عبیس ہیں۔کہا جاتے ہے کہ ام عبیس بنی تمیم بن مرہ کی ایک خاتون تھیں اور وہ ام عبیس بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس بن عبدالمناف تھیں۔وزِنیرہ، زا کے کسرہ اور نون مشدد کسرہ کے ساتھ اور یہ فعّیلۃ کے وزن پر۔بعض نے کہا ہے کہ زا کے فتح اور نون کے سکون اور یاء مفتوحہ کے ساتھ اس صورت میں زِنیرۃ کے بجائے زَنیرہ ہوگا''۔

13 آیاتِ قرآنیہ سے بکثرت استدلال

اِمتاع الأسماع میں علامہ مقریزی نے آیات قرآنیہ کو بکثرت بطور استدلال استعمال کیا ہے۔

استدلال کی یہ نوعیت کئی صورتوں پر مبنی ہے۔ تقریباً تمام فصول وابواب میں قرآنی آیات نقل کی گئی ہیں۔ جن کی تعداد (1777) بنتی ہے۔ اِمتاع الأسماع کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ علامہ مقریزی نے آیات کی وضاحت وتشریح میں مفسرانہ طریق اختیار کیا ہے۔ مثلاً اِمتاع الأسماع میں علامہ مقریزی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی فصل میں سورہ جن کی آیت نمبر ا یک تا دس ذکر کی ہیں۔ پھر ان آیات میں سے کچھ کی تفسیر کرتے ہیں۔

(i) ﴿وَاَنَّه تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا﴾ (175) ((ای عظمته وجلاله))

''اور یہ کہ ہمارے خدا کی شان بہت بلند ہے'' یعنی اس کی عظمت اور بزرگی ہے''

اس کے تحت علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

((ومعنی الآیة: وانه تعالیٰ جلال ربّنا ان یتخذ صاحبة اوولداً للاستئناس بهما اوالحاجة الیهما، فان الرب یتعالیٰ عن ذلک. کما یتعالیٰ عن الانداد والنظراء))

''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ کی ذات اس سے بلند ہے کہ وہ موانست کیلئے کسی کو بیوی بنائے یا بچہ بنائے یا کسی حاجت کیلئے۔ پس بے شک رب سے بلند ہے جس طرح وہ بلند ہے کہ اس کی کوئی مثال یا نظیر ہو''۔

﴿وَاَنَّه كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا﴾ (176) ''بے شک ہم سے بے وقوف کہتا ہے''

((ای ابلیس، وقیل :سفیهنا:المشرکون من الجن ، والشَّطَط والاشتطاط: الغلوفی الکفر))

''اس سے مراد ابلیس ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جنوں میں سے مشرکین ہیں''۔

والشطط یعنی کفر میں غلو ﴿وَاَنَّا ظَنَنَّا﴾ (177) ''بے شک ہمیں خیال تھا''۔

((ای حسبنا ان لن تقول الانس والجن علی اللّٰه کذباً، فلذلک صدقناهم ان للّٰه صاحبة وولداً، حتی سمعناالقرآن وتبینا به الحق))(178)

''یعنی ہمارا گمان تھا کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹ نہیں باندھیں گے اس لئے ہم نے سچ جانا کہ اللہ کی بیوی اور اولاد ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے قرآن سنا اور ہم پر حق واضح ہوگیا''

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (179)

''اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں میں سے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے''۔

((ای ان الرجل کان اذا نزل بواد قال:اعوذ بسیّد ھذا الوادی من شرسفھاء قومه' فیبیتُ فی جواره حتی یصبح، وکان اول من تعوذ بالجن قوم من اھل الیمن، ثم من بنی حنیفه، ثم فشاذلک فی العرب،فلما جاء اللّٰه بالاسلام تعوذوا باللّٰه وترکوھم))(180)

''یعنی بے شک ایک آدمی جب وادی میں اترا تو اس نے کہا کہ میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں اس کی قوم کے بے وقوفوں کے شر سے۔اور میں صبح ہونے تک رات اس کے نواح میں گزارتا ہوں۔اہل یمن پہلے لوگ تھے جنہوں نے جنات کی پناہ لی تھی پھر بنی حنیفہ نے پھر سارے عرب میں یہ سلسلہ پھیل گیا۔جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا پیغام دیا تو انہوں نے اللہ کی پناہ لی اور جنات کو چھوڑ دیا''۔

14 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل واخلاق

تمام سیرت نگاروں نے فضائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی ابواب ترتیب دیئے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم فضائل ومحامد جو مقریزی نے بیان کئے ہیں ان میں کہیں بناوٹ یا تصنع کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ ''اِمتاع الأسماع'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے ہوئے مقریزی نے ایک اچھوتا انداز اختیار کیا ہے۔انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرنے کیلئے دیگر انبیاء کے فضائل سے آپ کے فضائل کا موازنہ کیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف محبت ہی نہیں بلکہ جلالت کا احساس بھی تھا۔مثلاً مقریزی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اگر تخصیص عطا فرمائی کہ انہیں اپنے اسماء میں سے ایک اسم دیتے ہوئے کہا:

﴿اِنَّه' کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا﴾(181) ''بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا''۔

((وخص محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم باسمین من اسماء الحسنیٰ، جمعھاله ولم یشرکه فیھمااحد))۔

''تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اسماء حسنیٰ میں سے دو اسماء عطا فرمائے۔آپ کیلئے دونوں اکٹھے رکھے ان میں اس نے کسی کو شریک نہیں کیا''۔

﴿لَقَدۡ جَآءَ کُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَاعَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ﴾(182)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان''۔

مقریزی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے سورۃ الشعراء کی ایک آیت پیش کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے: ﴿وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾(183) ''اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں''۔

ابراہیم علیہ السلام بعد میں آنے والوں میں اپنے ذکر خیر باقی رکھنے کے لئے رب سے دعا فرما رہے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾(184) ''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ومقام واضح ہوتا ہے۔ **لانه اعطى بلاسؤالٍ**(185) ''کیونکہ یہ رتبہ آپ کو بغیر سوال کے عطا ہوا''۔ قرآن پاک میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

﴿وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾(186)

''اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کو پوجنے سے بچا''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾(187)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ بھی آپ کے فضائل کا ہی حصہ ہیں۔ مقریزی قرآنی آیت ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾(188) کی تفسیر میں لکھتے ہوئے احادیث کثیرہ کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

((وكان اشجع الناس واسخاهم واجودهم ،ماسئل شيأ فقال لا، ولايبيت في بيته درهم ولادينار، فان فضل ولم يجدمن يأخذه وفجئه الليل لم يرجع الى منزله حتى يبرأ منه الى من يحتاج اليه................ وكان احلم الناس، يجيب من دعاه' غني او فقيرا حراوعبدٍ))۔(189)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بہادر اور سب سے بڑے سخی تھے۔ آپ سے کوئی سوال کیا گیا ہو تو آپ نے نہیں کبھی نہیں کہا۔ آپ کے گھر کبھی ایک درہم اور دینار رات بھر نہیں رہا۔ اگر فاضل مال ہوتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا اور رات آجاتی تو

آپ گھر نہ آتے جب تک کہ اسے کسی محتاج تک نہ پہنچا آئیں۔ آپ سب سے زیادہ حلیم تھے۔ آپ ہر امیر و غریب اور آزاد اور غلام کی دعوت قبول کر لیتے تھے''۔

علامہ مقریزی نے آپ کی رحمت، تواضع، شفقت و کرم نوازی، عفو و درگزر کے عنوانات کے تحت آپ کے اخلاق حسنہ کو بیان کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ظرافت کا اظہار بھی کرتے تھے۔ لیکن یہ انداز انتہائی پروقار ہوتا تھا۔ مقریزی نے ایک عنوان ''امامزاحه وملاعبته'' قائم کیا ہے۔ اس عنوان کے ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاح و ملاعبت کی روایات کو جمع کر دیا ہے۔ مثلاً: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا:

((یارسول اللّٰه احملنی، فقال رسول اللّٰه اِناحاملوک علی ولدناقة، قال: وما اصنع بولدناقة ؟ فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: وهل تلدالاِبل اِلا النوق؟)) (190)

''اے اللہ کے رسول مجھے سواری دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کا بچہ سواری کیلئے دوں گا۔ اس نے کہا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا: اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے''۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار مجھے یاذالأُذنین (اے دو کانوں والے) کہہ کر بلاتے تھے۔ (191)

عن عائشة قالت: سابقنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی'' **فسبقته** ''پس میں آگے نکل گئی'' **فلبثنا حتی اذا ارهقنی اللحم سابقنی فسبقنی** (192) ''کچھ عرصہ بعد جب میرا وزن بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ آگے نکل گئے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے بیان میں مقریزی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

عن عائشة رضی اللّٰه عنهاقالت: ماغرت علیَّ احدمن نساء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ماغرت علی خدیجه ومارأیتها ولکن کان یکثرذکرها. وربما ذبح الشاة ثم یقطعها اعضاء ثم یبعثها فی صدائق خدیجه، فربما قلت، کانه لم یکن فی الدنیا امرأة اِلاخدیجه. فیقول انها کانت و کانت (193)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر رشک نہ کرتی سوائے خدیجہ کے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر ان کا ذکر کرتے ہوئے پایا۔اور جب کبھی بکری ذبح کی جاتی تو آپ اس کے اعضاء کاٹتے پھر انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھجوا دیتے۔میں کبھی کہتی، گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں ہے۔تو آپ فرماتے وہ ایسی تھیں وہ ایسی تھیں''۔

مقریزی نے مسلم شریف کے الفاظ میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو کہتے: اس کو خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی بھیج دینا۔

قالت: فأغضبته یومًا فقلت: خدیجه؟ فقال: اِنی رزقت بحبها۔(194)

''عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ ایک دن میں غصے ہوئی اور میں نے کہا: خدیجہ؟ آپ نے فرمایا: بے شک مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے''۔

16 علمی دیانت

روایت سیرت میں علمی دیانت بھی امتاع الاسماع کی خصوصیات میں سے ہے۔مقریزی ایک خاص فکر کے حامل انسان تھے۔اور ایک فقہی اور مسلکی رجحان رکھتے تھے۔لیکن انہوں نے روایت سیرت میں کہیں بھی اپنے جانبدارانہ طرز عمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔بلکہ حقائق تک پہنچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور مصادر کی چھانٹ پھٹک کے بعد غیر جانبدارانہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی۔خواہ مخواہ اپنے خیالات کو دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔بلکہ محققانہ دیانت داری اور غیر جانبداری سے اپنا مواد پیش کیا اور ایک موضوع پر انہیں جو بھی مواد میسر ہوا انہوں نے اپنی سیرت میں جمع کر دیا۔اب یہ قاری پر ہے کہ وہ اپنی بالغ نظری سے اصل حقیقت تک پہنچے۔اِمتاع الأ سماع میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً: رویت باری تعالیٰ کے بارے میں امت میں ہمیشہ فکری اختلاف رہا ہے۔اور علماء کا ایک طبقہ اس بات کا قائل رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔جبکہ ایک طبقہ عدم رویت کا قائل ہے۔یہ مسئلہ صحابہ کبار کے دور سے ہی متنازعہ فیہ رہا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوھریرہ سمیت محدثین و متکلمین کی جماعت اس طرف گئی ہے۔جبکہ ابن عباس، ابی ذر، کعب وحسن رضوان اللہ علیہم اجمعین رؤیت کے حق میں تھے۔ مقریزی نے سب کا مؤقف واضح طور پر پیش کیا ہے۔انہوں نے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اپنی رائے ضرور دی ہے۔ مقریزی نے سورۃ نجم کی آیت ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾(195) کے حوالے سے ایک روایت اخذ کی ہے کہ سلیمان بن فیروز الشیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زر بن جیش سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

کہا کہ ''اخبرنی ابن مسعودان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای جبریل علیہ السلام لہ ستمائۃ جناحٍ'' (196) کہ مجھے عبداللہ بن مسعود نے بتایا ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو دیکھا۔ان کے 600 پَر تھے۔اس حدیث سے عدم روئت کے حامی استدلال کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہ کی یہ حدیث جو ترمذی میں موجود ہے جس میں حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس موجود تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ''من زعم ان محمّد رأی ربّہ فقداعظم علی اللّٰہ الفریۃ'' (197) کہ جس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔میں سیدھا ہوکر بیٹھ گیا اور میں نے کہا اے ام المؤمنین آپ جلدی نہ کریں کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ﴿وَلَقَدْرَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ﴾(198) ﴿وَلَقَدْرَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰیٰ﴾(199) تو عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ اس اُمت میں میں پہلی ہوں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا فقال:انماھو جبریل ۔بے شک وہ جبریل تھے۔مقریزی جہاں عدم رویت کے حامیوں کے مکمل دلائل پیش کرتے ہیں وہاں رویت کے حامیوں کے بھی دلائل پیش کرتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ مسلم کی حدیث جو ابوذر رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے پیش کرتے ہیں

عن ابی ذررضی اللّٰہ عنہ' قال:سألتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :ھل رأیت ربک؟قال نورانی اراہ(200)۔''ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ:''وہ نور تھا جو میں نے دیکھا''۔

اس طرح ایک طویل بحث میں دونوں طبقات کے دلائل احسن انداز میں پیش کرتے ہیں۔آخر میں تمام بحث کا خلاصہ تین صورتوں میں پیش کرتے ہیں: احدھا:انہ رآہ ببصرہ وعینی رأسہ وھوقول انس بن مالک،وعکرمہ، والربیع واحمدبن حنبل۔

''ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو اپنے سَر کی آنکھوں سے دیکھا'' یہ قول انس بن مالک،عکرمہ، الربیع،عبداللہ بن عباس اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے۔

الثانی: أنہ رآہ بفؤادہٖ وقلبہٖ لابعینہٖ۔''دوسرا یہ کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل اور قلب سے دیکھا آنکھ سے نہیں دیکھا''۔

اس گروہ میں عبداللہ بن عباس،ابوذر،ابراہیم التیمی،ابی عالیہ وغیرہ شامل ہیں۔

الثالث:انہ انما رأی لیلۃ الاسراء جبریل، ولم یررب العزۃ تعالیٰ وھو مذھب عائشہ وعبد اللّٰہ بن مسعود۔

"تیسرا یہ کہ آپ نے اسراء کی رات رب کو نہیں دیکھا بلکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا، یہ مذہب عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کا ہے"

حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہوئے مقریزی آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو دیکھا تھا(201)۔ لیکن اس سے پہلے وہ ہر فکر کے دلائل بھرپور انداز میں پیش کرتے ہیں۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے وجوب پر گیارہ صفحات پر مشتمل بحث میں جو دلائل ہیں کہ جب بھی نام پاک سنیں تو درود پڑھیں یا صرف ایک بار پڑھیں؟ درود پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ کب فرض ہے؟ تمام بحث کے بعد کہتے ہیں "فأدلة الوجوب أقوى وأظهر" (202) وجوب کے دلائل قوی اور زیادہ ظاہر ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

علامہ مقریزی کے احوال وآثار اور علم تاریخ وجغرافیہ میں ان کی خدمات کے حوالہ سے جو مقالات اُردو زبان میں لکھے گئے ہیں اُن میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد کا مقالہ "المقریزی کی ایک نادر غیر مطبوعہ تصنیف" در علوم اسلامیہ، علی گڑھ 1992ء بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پہلی مرتبہ علامہ مقریزی کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ مغرب میں علامہ مقریزی کی کتب اور مخطوطات پر کام کرنے والے مستشرقین کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے اور مختلف لائبریریوں میں مخطوطات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے "ماہنامہ معارف اعظم گڑھ" جلد 87، شمارہ 5 علامہ مقریزی اور ان کی خطط" پر دو قسطوں میں جامع مقالہ قلم بند کیا ہے۔ جس میں علامہ مقریزی کے حالاتِ زندگی، تاریخی خدمات اور خططِ مقریزی کی خصوصیات پر اظہارِ خیال کیا۔

تیسرا مقالہ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "علامہ مقریزی اور اُن کی کتاب المقفی الکبیر" کے عنوان سے لکھا جو کہ برہان دہلی جولائی 1987ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ کتاب کی دوسری جلد پر تحقیق کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس مقالے میں بھی علامہ مقریزی کی علم تاریخ وتذکرہ اور تراجم میں خطاب پر گفتگو کی گئی۔ حال ہی میں علامہ مقریزی کی لکھی گئی کتب جن میں محمد کمال الدین عزالدین کی "المقریزی مؤرخا" مطبوعہ دار عالم الکتب البیروت، اور مفہوم التاریخ عند المقریزی، محی الدین دلیل الصقلی، بڑی اہم ہیں۔ ڈاکٹر سید کفیل احمد قاسمی نے "المقریزی حیاته بیئته آثاره" میں مقریزی کے احوال وآثار وخدمات پر بحث کی ہے۔

(1) سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن (م902ھ) الضوء اللامع 21/2 منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ (بیروت لبنان) س۔ن۔

(2) ایضاً 21/2

(3) ایضاً 21/2

(4) حنبلی، ابن العماد، عبدالحی (م1094ھ) شذرات الذھب، ۷/ ۲۵۴، دارالافاق الجدیدة، بیروت س،ن۔

(5) شوکانی، محمد بن علی (م1250ھ) البدرالطالع، ۱/ ۷۹، مطبعة السعادة، قاہرہ1348ھ

(6) ابنِ تغری، یوسف ابن تغری بردی (م ۸۷۴ھ) المنھل الصافی، ۱/۳۹۴، دارالکتب المصریہ1375ھ

(7) سیوطی، جلال الدین (م911ھ) حسن المحاضرہ، ۱/ ۲۳۷، ادارۃ الوطن، مصر1299ھ

(8) ھدیۃ العارفین ص127 طبع بعنایۃ وکالۃ المعارف الجلیہ، استنبول، 1951

(9) سخاوی، کتاب التبر المسبوک، 21/1، مکتبہ الکلیات الازھریۃ، مصر، س،ن

(10) سخاوی، الضوء اللامع 24/4

(11) ایضاً 24/2

(12) شوکانی، البدرالطالع 81/1

(13) ایضاً 81/1

(14) سخاوی، کتاب التبر المسبوک، 22/1

(15) سخاوی، الضوء اللامع 22/2

(16) مقریزی، احمد بن علی (م845ھ)، النقود الاسلامیہ، مقدمہ، محمد بحرالعلوم ص۱۴ منشورات المکتبۃ الحیدریہ فی النجف 1387ھ

(17) سخاوی، الضوء اللامع 22/2

(18) ایضاً 22/2

(19) ایضاً 22/2

(20) شوکانی، البدرالطالع، 80/1

(21) زرکلی، خیرالدین، الاعلام، ۱/ ۱۷۷، دارالعلم ملایین، بیروت، (1980ء)

(22) سخاوی، کتاب التبر المسبوک، 22/1

(23) سخاوی، کتاب التبر المسبوک، 22/1

(24) شوکانی، البدرالطالع، 79/1

(25) سخاوی الضوء الامع 23/2

(26) مقریزی، النقود الاسلامیہ، مقدمہ محمد بحرالعلوم ص6 تا8

(27) سخاوی الضوء اللامع 21/2

(28) ابن تغری، المنہل الصافی 395/1

(29) سخاوی الضوء اللامع 21/2

(30) سخاوی، کتاب التبر المسبوک، 24/1

(31) مقریزی، النقود الاسلامیہ، مقدمہ، محمد بحر العلوم 9-9

(32) سخاوی۔ الضوء اللامع 22/2

(33) ابن تغری، المنہل الصافی 398/1

(34) اردو دائرہ المعارف اسلامیہ، ۲۱/ ۴۴۷، دانش گاہ پنجاب لاہور (س۔ن)

(35) سخاوی۔ الضوء اللامع 22/2

(36) حنبلی، ابن العماد، شذرات الذھب 254/7

(37) سخاوی، کتاب البتر المسبوک، 24/1

(38) سخاوی الضوء اللامع 23/2

(39) ایضاً 24/2

(40) ایضاً 22/2

(41) ایضاً 24/2

(42) ایضاً 22/2

(43) ایضاً 25/2

(44) سخاوی، البتر المسبوک 23/1

(45) التمیمی، عبدالحمید، مقدمہ امتاع الاسماع 14-15/1

(46) إمتاع الأسماع 197/13

(47) ایضاً 31/1

(48) ایضاً 31/1

(49) ایضاً 140/1

(50) ایضاً 13/1

(51) سورۃ البقرہ، 207/2

(52) اِمتاع الأسماع 5/11

(53) سورۃ الحدید 57:7

(54) سورۃ البقرہ 208:2

(55) سورۃ التغابن 12:64

(56) سورۃ آل عمران 200:3

(57) سورۃ النور 56:24

(58) اِمتاع الأسماع 246/11

(59) ایضاً 333/11

(60) ایضاً 146/8

(61) اِمتاع الأسماع 174/2 بحوالہ ترمذی، جامع ترمذی 782/1، ابواب المناقب

(62) المنجد، عربی اردو، 715

(63) اِمتاع الأسماع 109/9

(64) ایضاً 108/9

(65) ایضاً 110/9

(66) ایضاً 33/1

(67) ایضاً 149/2

(68) ایضاً بحوالہ بخاری، محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، الجامع الصحیح 398/1، کتاب الجہاد، ایچ ایم سعید کمپنی، (س۔ن)

(69) اِمتاع الأسماع 140/1

(70) سورۃ الطارق 1:86

(71) اِمتاع الأسماع 590:14

(72) سورۃ البقرہ 207:2

(73) صہیب بن سنان: صہیب بن سنان بن مالک یقال خالد بن عبد عمرو بن عقیل ویاقل طفیل بن عامر بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس بن زید مناۃ بن النمر بن قاسط النمری۔ آپ رومی تھے اور بچپن میں قیدی بنائے گئے۔ ایک قول کے مطابق وہ روم سے بھاگ کر آئے۔ آپ سرخ وسفید رنگ کے تھے۔ آپ ایک متقی شخص تھے۔ حضرت عمر نے اپنی نماز جنازہ کیلئے انہیں وصیت کی تھی۔ آپ 38ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت

ہوئے۔(العسقلانی،احمد بن علی بن حجر854ھ الاصابہ فی تمیز صحابہ ۳/ ۳۶۴۔۳۶۷،دارالکتب العلمیہ ،بیروت (2002ء)

(74) زمخشری، جاراللہ،محمود بن عمر(538ھ)الکشاف1/251،دارالکتب العربی، بیروت،(س۔ن)

(75) السیوطی،جلال الدین(911ھ)،الدررالمنثور۱/ ۲۴۰۔۲۳۹،مکتبہ آیت اللہ العظمی،ایران(س۔ن)

(76) ابن عساکر،علی بن حسن(571ھ)مختصر تاریخ دمشق117/11،دارالفکر، بیروت،(1404ھ)

(77) طبری،محمد بن جریر(م310ھ)،جامع البیان،۲/ ۱۸۷،دارالمعرفہ، بیروت،(1988ء)

(78) آلوسی،سیّدمحمود(م1270ھ)روح المعانی97/2،دارالاحیاء التراث العربی، بیروت،(س۔ن)

(79) اِمتاع الأسماع:57/1

(80) آلوسی،سیدمحمود،روح المعانی:97/2

(81) اِمتاع الأسماع:58/1

(82) سورۃ التوبۃ40:9

(83) سورۃ القمر10:52

(84) اِمتاع الأسماع184/4

(85) سورۃ الاسراء3:17

(86) سورۃ التوبۃ128:9

(87) سورۃ الانفال70:8

(88) سورۃ المائدہ41:8

(89) سورۃ المدثر1:74

(90) سورۃ البقرہ33:2

(91) سورۃ ھود46:11

(92) سورۃ ھود76:11

(93) سورۃ طٰہٰ11:20

(94) سورۃ المائدہ110-:5

(95) سورۃ الاعراف60:7

(96) سورۃ الاعراف61:7

(97) سورۃ الاعراف 66:7

(98) سورۃ الاعراف 67:7

(99) سورۃ الحجر 6:15

(100) سورۃ القلم 2:68

(101) سورۃ الشعراء 82:26

(102) سورۃ الفتح 2:48

(103) الشعراء 84:26

(104) الانشراح 4:94

(105) امتاع الاسماع 190:4

(106) سورۃ الشعراء 87:26

(107) سورۃ التحریم 8:66

(108) اِمتاع الأسماع 19:4

(109) ایضاً 194:4

(110) سورۃ یوسف 84:12

(111) امتاع الاسماع 197:4

(112) ایضاً

(113) سورۃ طٰہٰ 83-84:20

(114) سورۃ البقرۃ 144:2

(115) سورۃ الضحیٰ 5:93

(116) سورۃ طٰہٰ 25-26:20

(117) سورۃ الانشراح 1:94

(118) اِمتاع الأسماع 34:1

(119) اِمتاع الأسماع 35:1

(120) اِمتاع الأسماع 202/9

(121) ایضاً 117/1

(122) ایضاً 393-394/8

(123) مسلم،مسلم بن حجاج قشیری،الصحیح لمسلم 304/2،کتاب فضائل صحابہ،باب فضائل ابوسفیان بن حرب

(124) ایضاً304/2

(125) اِمتاع الأسماع49/2

(126) اِمتاع الأسماع133-174/6 مختصراً

(127) ایضاً

(128) ایضاً ۶/ ۱۷۴۔۱۸۸

(129) ایضاً ۶/۱۸۹۔۲۸۳ مختصراً

(130) اِمتاع الأسماع242/3

(131) سورۃ الاحزاب 56/33

(132) اِمتاع الأسماع242/3

(133) اِمتاع الأسماع243/3

(134) ایضاً 244/3

(135) سورۃ القصص77:28

(136) ابن تغری، یوسف ابن تغری بردی، المنہل الصافی 397/1

(137) السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، التبر المسبوک 21/1

(138)

(139) اِمتاع الأسماع:328-3/5

(140) ایضاً:155-5/11

(141) ابن سیدہ،علی بن اسماعیل بن سیدہ المرسی (م485ھ)،المحکم والمحیط الأعظم 239/1،دارالکتب العلمیہ، بیروت، (2000ء)

(142) ایضاً:134/6

(143) ثویبہ: ثویبہ ابولہب کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ثویبہ نے ابولہب کو خوشخبری دی تھی۔اس سے خوش ہوکر ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔جب ابولہب مرگیا تو اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا:ماذالقیت ؟ تیرے ساتھ کیا معاملہ

ہوا؟ تو ابولہب نے جواب دیا: **لم الق بعدکم غیر انی سقیت ھذہ بعتاقتی ثویبہ**۔ تمہارے بعد مجھے کوئی خیر نہیں ملی سوائے اس کے کہ مجھے ثویبہ کے آزاد کرنے کے سبب اس (انگلی) سے پلایا جاتا ہے۔ (بخاری 764/2)

(144) حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب، ابوعمارہ، ابویعلیٰ القرشی، المکی ثم المدنی، بدر میں شریک ہوئے، احد میں شہادت پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ رضاعی بھائی بھی تھے آپ کو بہت عزیز تھے (الذہبی، محمد بن احمد (م 748ھ)، سیر اعلام النبلاء کی 171/1، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت (1982ء)

(145) ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ھند بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی اور آپ کے پھوپھی برہ بن = بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی بعد میں مدینہ کی طرف۔ بدر میں شریک ہوئے اس کے ایک ماہ بعد فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل تھے۔ تہذیب التہذیب 107/5۔

(146) ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم، نوفل اور ربیعہ کے بھائی تھے۔ اسلام لانے سے قبل ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکالیف پہنچیں، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ غزوہ حنین میں جب لوگ بھاگے تو آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پینے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (الذہبی، محمد بن احمد (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 202/1

(147) إمتاع الأسماع: 1/12-9

(148) إمتاع الأسماع 226/9

(149) ایضاً 319/9

(150) ایضاً 338-343/9

(151) إمتاع الأسماع: 13/1

(152) بصری: شام میں دمشق کے قریب ایک شہر (الحموی، ابوعبداللہ یاقوت، معجم البلدان 522/1، دارالکتب العلمیہ، بیروت، (1990ء)

(153) إمتاع الأسماع: 15/1

(154) ایضاً: 18/1

(155) مسلم بن حجاج (م 261ھ) الصحیح لمسلم، 209/2، باب الاسراء، قدیمی کتب خانہ، کراچی، (1956ء)

(156) إمتاع الأسماع: 47/1

(157) ایضاً:146/2

(158) اِمتاع الأسماع:146-147/2

(159) اِمتاع الأسماع:3/5

(160) سورۃ النساء82:5

(161) سورۃ الفرقان5:25

(162) اِمتاع الأسماع:231-232/4

(163) اِمتاع الأسماع:262/7

(164) اِمتاع الأسماع:380/3

(165) اِمتاع الأسماع،380/3

(166) ابن ہشام، ابومحمد ملک بن ہشام (م213ھ) السیرۃ النبویہ، 12/1، دارالکتب علمیہ بیروت2004ء

(167) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر (م774ھ) السیرۃ النبویہ ص29 دارالکتب العلمیہ، بیروت2005ء

(168) اِمتاع الأسماع:95/3

(169) اِمتاع الأسماع:244/5

(170) ایضاً

(171) اِمتاع الأسماع:3/2

(172) ایضاً

(173) ایضاً

(174) اِمتاع الأسماع:3/2

(175) سورۃ جن3:72

(176) سورۃ جن۲4:72

(177) سورۃ جن5:72

(178) اِمتاع الأسماع4/5

(179) سورۃ جن6:72

(180) اِمتاع الأسماع4/5

(181) سورۃ الاسراء3/17

(182) سورۃ التوبہ 128/9

(183) سورۃ الشعراء 84/26

(184) سورۃ الانشراح 4/94

(185) اِمتاع الأسماع 190/4

(186) سورۃ ابراہیم 35/4

(187) سورۃ الاحزاب 33/33

(188) قلم 4/78

(189) اِمتاع الأسماع 187/2

(190) ایضاً 253/2 بحوالہ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م275)، سنن ابوداؤد 340/2، مکتبہ رحمانیہ لاہور (س۔ن)

(191) ایضاً 254/2

(192) ایضاً 255/2 بحوالہ احمد بن حنبل، المسند 39/6، داراحیاء التراث العربی، بیروت، (1991ء)

(193) مسلم بن حجاج، الصحیح لمسلم 213/2، باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

(104) ایضاً

(195) سورۃ النجم

(196) مسلم، الصحیح لمسلم 97/1، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ۔

(197) ترمذی، محمد بن عیسیٰ (م 2-9ھ) جامع الترمذی 636/2 کتاب التفسیر، مکتبہ رحمانیہ، لاہور (س۔ن)

(198) سورۃ التکویر 33/81

(199) سورۃ النجم 13/53

(200) مسلم، الصحیح لمسلم 97/1 کتاب الایمان باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نورانی اراہ

(201) امتاع الاسماع 283-301/8

(202) ایضاً 15-5/11